معاشرتی علوم

پانچویں جماعت کے لیے

برائے: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، حیدرآباد
ناشر: نفیس اکیڈمی، کراچی

مُعاشرتی علوم

پانچویں جماعت کے لیے

برائے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، حیدر آباد

پبلشرز

نفیس اکیڈمی اردو بازار۔ کراچی

تیار کردہ : سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ حیدر آباد و منظور شدہ
محکمۂ تعلیم صوبۂ سندھ
بطور واحد درسی کتاب برائے مدارس صوبۂ سندھ

مصنف :

ایس۔حامد علی جعفری

مدیران :

ڈاکٹر محمّد صالح شاہ بخاری

عبدالمجید عبّاسی

باہتمام : طارق اقبال گاہندری

طابع : نفیس اکیڈمی۔کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

ہمارا وطن

براعظم ایشیا کے نقشے میں پاکستان کو دیکھیے۔ ہمارا یہ ملک، ایشیا کے جنوبی حصّے میں ایک وسیع علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں ہمالیہ، ہندوکش اور قراقرم پہاڑ ہیں اور جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔ مشرق میں بھارت اور مغرب میں ایران اور افغانستان ہیں۔

پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے اور بھارت کے مشرق میں بنگلہ دیش اور شمالی پہاڑی علاقے میں نیپال کی مملکت ہے۔ اس طرح اس وسیع علاقے میں چار آزاد ممالک پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش اور نیپال واقع ہیں۔

ہندو اور مسلمانوں کی تہذیب میں فرق

قیامِ پاکستان سے پہلے پورے جنوبی ایشیا پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریزوں نے جنوبی ایشیا کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی جنھوں نے جنوبی ایشیا پر تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی تھی۔ مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے جنوبی ایشیا میں ہندو اور بدھ مت کے ماننے والے تھے۔ جب مسلمانوں نے یہ ملک فتح کیا تو وہ بھی یہاں آباد ہوگئے اور اس کو اپنا وطن بنالیا۔ مسلمان اپنے مذہب اور رہن سہن کے طریقوں کی وجہ سے ہندوؤں سے بالکل جدا تھے، اس لیے انھوں نے اپنا علیحدہ وجود قائم رکھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں بڑے اختلافات تھے۔ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں اور بت پرستی یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے سخت مخالف ہیں۔ ہندو بہت سے دیوتاؤں پر ایمان رکھتے اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں

چھوٹے بڑے یا امیر غریب میں کوئی فرق نہیں مانا جاتا۔ کیونکہ سب مسلمان آپس میں برابر ہیں۔ اس کے برخلاف ہندوؤں میں علیحدہ علیحدہ چار ذاتیں تھیں۔ نیچی ذات والے ہندو اونچی ذات والے ہندوؤں کے ساتھ نہ بیٹھ سکتے تھے، نہ کھا سکتے تھے اور نہ ہی انھیں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ ان باتوں کے علاوہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے رہن سہن کے طریقوں لباس زبان اور خوراک میں بھی فرق تھا۔ دونوں قوموں کے تہوار بھی علیحدہ علیحدہ تھے۔ تاریخ اور تہذیب بھی جدا تھی۔ غرضیکہ دونوں قوموں میں مذہب، رہن سہن اور رسم و رواج میں کوئی بات بھی مشترک نہ تھی۔

آزاد مسلم مملکت قائم کرنے کی ضرورت

مسلمان جنوبی ایشیا پر ایک ہزار سال حکمران رہے اور اس کے بعد یہاں تقریباً ایک سو سال تک انگریزوں کی حکومت رہی اس طرح مسلمان اور ہندو جنوبی ایشیا میں گیارہ سو سال تک ساتھ رہے، بحیثیت حکمران کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بڑی رواداری اور فراخ دلی کا برتاؤ کیا مگر ہندوؤں نے مسلمانوں سے تعاون نہیں کیا۔ انھوں نے مسلمانوں سے نہ برابری کا سلوک کیا اور نہ ہی انگریزوں کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیا، دراصل ہندو یہ سمجھتے تھے کہ جنوبی ایشیا ہندوؤں کی سرزمین ہے اور مسلمانوں کو اس میں آزادی سے رہنے کا حق نہیں۔ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد ہندو جنوبی ایشیا پر حکمران بن کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے محکوم بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے اس لیے مسلمانوں اور ہندوؤں میں اختلافات قائم رہے اور مسلمانوں میں علیحدگی کا خیال بڑھتا گیا۔

مسلمانوں کے خلاف انگریزوں اور ہندوؤں کا اتحاد

مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد انگریز پورے جنوبی ایشیا پر قابض ہو گئے۔ انگریز مسلمانوں کے سخت خلاف تھے اور وہ مسلمانوں کی سیاسی اور معاشی حالت بالکل تباہ کردینا چاہتے تھے۔ جنوبی ایشیا کے لوگوں نے مل کر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جنگ لڑی، جس کو جنگِ آزادی کہا جاتا ہے۔ مگر انھیں اس لڑائی میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے

بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بڑے ظلم ڈھائے اور ان کا قتلِ عام کیا۔ برخلاف اس کے انھوں نے ہندوؤں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا اور ان کو سرکاری ملازمتیں بھی دیں۔ ہندوؤں نے انگریزوں کی عنایت اور مہربانی سے پورا فائدہ اٹھایا اور انھوں نے ملک کی حکومت میں بھی اپنی حیثیت مضبوط کرلی اور مسلمانوں کی مخالفت میں انگریزوں کا ساتھ دیا۔ انگریزوں کی سرپرستی میں ہندوؤں نے اپنی ایک سیاسی جماعت بھی بنالی، جس کا نام انڈین نیشنل کانگریس رکھا گیا۔

سرسید احمد خان کی خدمات

ایسی حالت میں جب مسلمانوں میں مایوسی اور بدحالی چھائی ہوئی تھی، سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی رہبری کرنے اور ان میں بیداری پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بڑے دور اندیش تھے اور ان کو اپنی قوم سے بے حد محبت تھی۔ وہ مسلمانوں کی حالت بہتر بنانا چاہتے تھے۔ انھوں نے کوشش کی کہ انگریز مسلمانوں کے ساتھ اپنا ظالمانہ رویّہ بدل کر انصاف سے پیش آئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ اسلامی تعلیم کے علاوہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ اُن کو بھی حکومت میں کچھ حصہ مل سکے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا جو رفتہ رفتہ بڑھ کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ سرسید احمد نے ہندوؤں کے ارادوں کو بھی بھانپ لیا تھا اور وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ ہندوؤں کی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس صرف ہندوؤں کے مفاد کے لیے بنائی گئی ہے۔ سرسید احمد خان یہ کہتے تھے کہ مسلمان اور ہندو دو علیحدہ قومیں ہیں۔ مسلمانوں کو خود علیحدہ منظم ہونا چاہیے اور ان کو ہندوؤں کی جماعت کانگریس میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ ان باتوں سے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی اور ان میں منظم ہونے کا جذبہ اُبھرا۔ آخرکار جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے اپنی ایک علیحدہ سیاسی جماعت بنالی جس کا نام مسلم لیگ رکھا گیا۔

پاکستان کا تصوّر اور علّامہ اقبالؒ

سرسید احمد خان کے بعد مسلمانوں میں برابر سیاسی بیداری بڑھتی گئی، اُدھر ہندو بھی کھلم کھلا مسلمانوں کی مخالفت کرنے لگے اس لیے مسلمانوں کے لیڈروں پر یہ بات

پورے طور پر واضح ہوگئی کہ جنوبی ایشیا میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر مسلمان آزادی کی زندگی بسر نہیں کرسکتے۔ اس کا احساس خاص طور پر علامہ اقبالؒ کو ہوا اور سب سے پہلے انھوں نے پاکستان کا تصور قوم کے سامنے پیش کیا۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے کے صدر کی حیثیت سے انھوں نے مطالبہ کیا کہ جنوبی ایشیا کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی آزاد ریاست قائم کی جائے۔ اس مطالبے نے مسلمانوں میں ایک نیا جوش اور اتحاد پیدا کردیا۔ علاّمہ اقبالؒ نے اپنی شاعری سے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس مطالبے کی مخالفت کی اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوئے اس لیے مسلمانوں میں علیحدہ آزاد مملکت کا خیال زور پکڑتا گیا۔

قائدِاعظم محمّد علی جناحؒ

اس وقت مسلمانوں کا کوئی لیڈر ایسا نہیں تھا جو ان کی صحیح طور پر رہبری اور قیادت کرسکتا۔ قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ انگلستان میں تھے۔ علاّمہ اقبالؒ اور دوسرے مسلم لیڈروں کی درخواست پر قائدِ اعظمؒ انگلستان سے واپس آگئے اور مسلم لیگ کے صدر چُن لیے گئے۔ انھوں نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کیا اور ان میں حیرت انگیز اتحاد و نظم پیدا کیا۔ قائدِ اعظمؒ کی دور اندیشی، عقلمندی، خلوص اور قومی خدمت کے جذبے کی وجہ سے مسلمانوں میں پاکستان حاصل کرنے کے لیے بڑا جوش پیدا ہوگیا اور چند کانگریسی مسلمانوں کو چھوڑ کر جنوبی ایشیا کے تمام مسلمان قائدِ اعظمؒ کے ساتھ ہوگئے۔ آخرکار ۱۹۴۰ء میں لاہور میں مسلم لیگ کا جلسہ قائدِ اعظمؒ کی صدارت میں ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی طرف سے جنوبی ایشیا کے ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کو قراردادِ پاکستان کہتے ہیں۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کی سخت مخالفت کی۔ انگریز حکومت کی طرف سے دوسری تجویزیں پیش کی گئیں اور انگلستان سے پارلیمنٹ کے چند ممبر اور وزیر بھی سیاسی معاملات طے کرنے کے لیے جنوبی ایشیا آئے مگر ہندوؤں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ قائدِ اعظمؒ

پاکستان کے مطالبے پر سختی سے جمے رہے۔ ہندوؤں نے جنوبی ایشیا میں بڑے پیمانے پر فسادات شروع کیے اور مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے لگے۔ آخر کار انگریز حکومت نے مطالبۂ پاکستان منظور کر لیا اور جنوبی ایشیا کے مشرقی اور مغربی علاقوں کو جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، ملا کر ایک آزاد مملکت، پاکستان، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائم ہو گئی۔ اس طرح قائدِ اعظمؒ کی اَن تھک اور مخلصانہ کوششوں سے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔

نظریۂ پاکستان

مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ دو قوموں کے نظریہ کی بنا پر کیا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، ہندو اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ قومیں تھیں، جن کا ایک قوم کی شکل میں مل جُل کر رہنا ناممکن تھا۔ چوں کہ ہندو تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے، اس لیے وہ جنوبی ایشیا میں ہندو راج قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، جس میں مسلمان ہمیشہ کے لیے محکوم اور مجبور بن کر ہندوؤں کے رحم و کرم پر رہ جاتے۔ مسلمان ایسی حکومت چاہتے تھے جس میں وہ بھی آزاد ہوں اور اپنی زندگی اسلام اور قرآن کریم کے احکامات کے مطابق گزار سکیں۔ اسلام صرف مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں پوری زندگی کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ قرآن کریم کے احکامات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرکے ہر مسلمان اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ یہ صورت ہندو راج میں ممکن نہیں تھی۔ اس لیے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا ہے، تاکہ ہم آزادی کے ساتھ اپنی زندگی اسلامی احکامات کے مطابق گزار سکیں۔

بھارت کے بُرے اِرادے

اگرچہ مسلمانوں کی کوشش سے پاکستان بن گیا تھا مگر ہندوؤں نے اسے دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ وہ برابر پاکستان کے خلاف بُرے ارادے رکھتے تھے۔ پاکستان بنتے وقت بھارت اور پاکستان کی سرحدیں قائم کرنے میں پاکستان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔

کشمیر کا مسئلہ

پاکستان سے بالکل ملا ہوا شمال میں ریاست کشمیر کا علاقہ ہے ۔ صرف جنوب میں ایک جگہ ذرا سی زمین کی پٹی بھارت سے ملتی ہے ۔ یہاں ۸۵ فیصد مسلمان آباد ہیں ۔ قانونِ آزادی میں جس کے تحت پاکستان قائم ہوا تھا یہ طے کر دیا گیا تھا کہ جس علاقے کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگی وہ پاکستان میں شامل کیا جائے گا اور ریاستیں اپنے حالات کے مطابق یا تو بھارت میں شامل ہو جائیں یا پاکستان میں ۔ علاوہ ازیں پاکستان میں جو دریا بہتے ہیں وہ کشمیر سے نکلتے ہیں ۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو ۔ مگر یہاں کا راجہ ہندو تھا ۔ وہ مسلمانوں پر ظلم کرتا تھا ۔ بھارتی لیڈروں نے ہندو راجہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور رعایا کی مرضی کے خلاف کشمیر کو بھارت میں شامل کر کے بھارتی فوج وہاں بھیج دی ۔ اس پر پاکستانی مجاہدین اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے کشمیر میں داخل ہوگئے اور پاکستان کو بھی فوجی کارروائی کرنا پڑی ۔ کشمیر کا کچھ علاقہ آزاد کرا لیا گیا جو آج تک آزاد کشمیر کے نام سے قائم ہے ۔

یہ معاملہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش ہوا ۔ اقوام متحدہ دنیا کی قوموں کی نمائندہ جماعت کہلاتی ہے ۔ اس کا دفتر امریکہ کے شہر نیویارک میں ہے ۔ یہ جماعت دنیا کی قوموں کے آپس کے جھگڑے طے کرانے کی کوشش کرتی ہے ۔ کشمیر کے معاملے میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کشمیر بھارت میں شامل ہو یا پاکستان میں اس بات کا فیصلہ کشمیریوں کی عام رائے شماری سے کیا جائے ۔ پاکستان اور بھارت نے یہ فیصلہ منظور کر لیا مگر بھارت جانتا تھا کہ رائے شماری میں تمام آبادی پاکستان کے حق میں ووٹ دے گی ، اس لیے اس نے اب تک رائے شماری نہیں کرائی اور دنیا کے تمام ملکوں کی رائے کے خلاف زبردستی کشمیر پر قبضہ جمائے ہوئے تھے ۔

۱۹۶۵ء کی جنگ

کشمیر کا مسئلہ بھارت اور پاکستان کے درمیان برابر مخالفت کا سبب بنا ہوا ہے ۔

۱۹۶۵ء میں بھارت نے کشمیر میں حد بندی پار کرنے کی کوشش کی تو پاکستانی فوجوں نے بھارتی فوجوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ بھارت نے بغیر کسی اعلان کے ایک زبردست فوج سے پاکستان پر لاہور کے قریب اچانک حملہ کردیا۔ مگر پاکستان کے جیالے فوجی جوانوں نے بھارت کی فوج کو بُری طرح شکست دی۔ بھارت نے سیالکوٹ کے پاس ٹینکوں کی بھاری تعداد کے ساتھ دوسری جگہ لڑائی چھیڑی مگر یہاں بھی شکست کھائی۔ ہوائی اور سمندری لڑائی میں بھی بھارت کی شکست ہوئی۔ اس لیے بھارت نے مجبور ہوکر جنگ بندی قبول کرلی۔ کچھ عرصے بعد صلح کا معاہدہ ہوگیا اور پاکستان نے جنگ میں فتح کیے ہوئے بھارت کے علاقے اُسے واپس کردیے۔

۱۹۷۱ء کی جنگ

۱۹۶۵ء کی ناکامی کے باوجود بھارت برابر پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس مرتبہ اس کو مشرقی پاکستان میں موقع مل گیا۔ دوسرے سابق مشرقی پاکستان بھارت کے گھیرے میں تھا اور موجودہ پاکستان سے ۱۶۰۰ کلومیٹر دور تھا۔ وہاں ہندوؤں کی تعداد بھی کافی تھی۔ بھارت نے اپنے ایجنٹوں اور چند شرپسندوں کے ذریعے وہاں بڑے پیمانے پر فسادات کروائے۔ بعد میں مشرقی پاکستان پر چاروں طرف سے فوجی حملہ کردیا اس طرح پاکستان کو ۱۹۷۱ء میں بھارت سے یہ لڑائی لڑنی پڑی۔ یہ جنگ تین ہفتے تک جاری رہی۔ اس کے بعد مشرقی پاکستان علیحدہ ہوکر بنگلہ دیش بن گیا۔

سوالات

۱۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے رہن سہن کے طریقوں میں کیا فرق تھا؟

۲۔ مسلمانوں میں ایک الگ وطن بنانے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟

۳۔ کن باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں؟

۴۔ پاکستان کس نظریے کے تحت بنایا گیا؟

۵۔۔۔ مسئلۂ کشمیر کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

عملی کام

۱۔۔۔ ایشیا کے نقشے میں جنوبی ایشیا میں وہ مقامات دکھائیں جہاں پاکستان بننے سے پیشتر مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔

۲۔۔۔ کشمیر کے نقشے میں وہ علاقہ دکھائیں جو آزاد کرایا گیا ہے۔

۳۔۔۔ مندرجہ ذیل جملوں میں خالی جگہ پُر کیجیے۔

(ا) پاکستان ۔۔۔۔۔۔ میں قائم ہوا۔

(ب) بھارت نے پاکستان سے ۔۔۔۔۔۔ لڑائیاں لڑیں۔

(ج) پاکستان کا تصوّر علامہ اقبال نے ۔۔۔۔۔۔ میں پیش کیا۔

(د) مسلم لیگ ۔۔۔۔۔۔ میں قائم ہوئی۔

(ہ) جنوبی ایشیا کے لوگوں نے جنگ آزادی ۔۔۔۔۔۔ میں لڑی۔

دوسرا باب
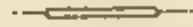
پاکستان

حدود اربعہ

برّاعظم ایشیا کا نقشہ دیکھیے۔ پاکستان تین طرف سے دوسرے ملکوں سے ملا ہوا ہے۔ شمال میں چین، مغرب میں افغانستان اور ایران ہیں اور مشرق میں بھارت ہے۔ جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔ پاکستان کا رقبہ تقریباً ۷۹۶۰۹۶ مربع کلومیٹر ہے۔

شمال میں کوہِ ہمالیہ اور کوہ قراقرم کے پہاڑی سلسلے دور تک چلے گئے ہیں۔ اس علاقے میں دنیا کی سب سے بلند دوسری چوٹی کے۔ٹو (K-2) واقع ہے۔ یہ کوہ قراقرم کے سلسلے کی چوٹی ہے۔ پاکستان کی شمال مشرقی سرحد چین سے ملتی ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر ایک سڑک بنائی گئی ہے جو پاکستان کو چین سے ملاتی ہے۔ اسے شاہراہ قراقرم کہتے ہیں۔

مغربی حصے میں کوہِ ہمالیہ کی مغربی شاخوں کا رُخ شمال سے جنوب کی طرف ہوگیا ہے۔ کوہِ سفید، کوہِ سلیمان اور کیرتھر کا پہاڑی سلسلہ صوبۂ سرحد سے بہتا ہوا بلوچستان اور سندھ تک چلا جاتا ہے۔ ملک کے مشرقی حصّے میں دریائے سندھ کا میدانی علاقہ ہے جس کو دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں نے بنایا ہے۔

خطوطِ طول بلد اور عرضِ بلد کے مطابق پاکستان کا جائے وقوع

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ زمین کی شکل گول ہے۔ اس کے اِرد گرد اگر ایک لکیر مشرق سے مغرب کی طرف کھنچی ہوئی فرض کرلی جائے تو زمین دو حصّوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ اوپر کا آدھا حصّہ کرۂ شمالی اور نیچے کا آدھا حصّہ کرۂ جنوبی کہلاتا ہے۔ اس لکیر کو خطِ استوا کہتے ہیں۔ نصف کرۂ زمین میں نوّے درجے ہوتے ہیں اس لیے خطِ استوا کے

شمال اور جنوب میں نوّے نوّے خطوط یا لکیریں کھنچی ہوئی فرض کر لی گئی ہیں یہ لکیریں مشرق سے مغرب کو جاتی ہیں ان کو خطوط عرضِ بلد کہتے ہیں ۔ ایسے ہی دوسرے خطوط شمال سے جنوب کی طرف جاتے ہیں ان کو خطوط طولِ بلد کہتے ہیں ۔ آپ گلوب یا دنیا کے نقشے کو دیکھیں آپ کو خطوط طولِ بلد اور خطوط عرضِ بلد صاف نظر آئیں گے ۔ ان کی مدد سے آپ فوراً بتا سکتے ہیں کہ کون سا مقام کس جگہ واقع ہے ۔

خطوط طول بلد

قطب شمالی

قطب جنوبی

خطوط عرض بلد

قطب شمالی

خطِ استوا

قطب جنوبی
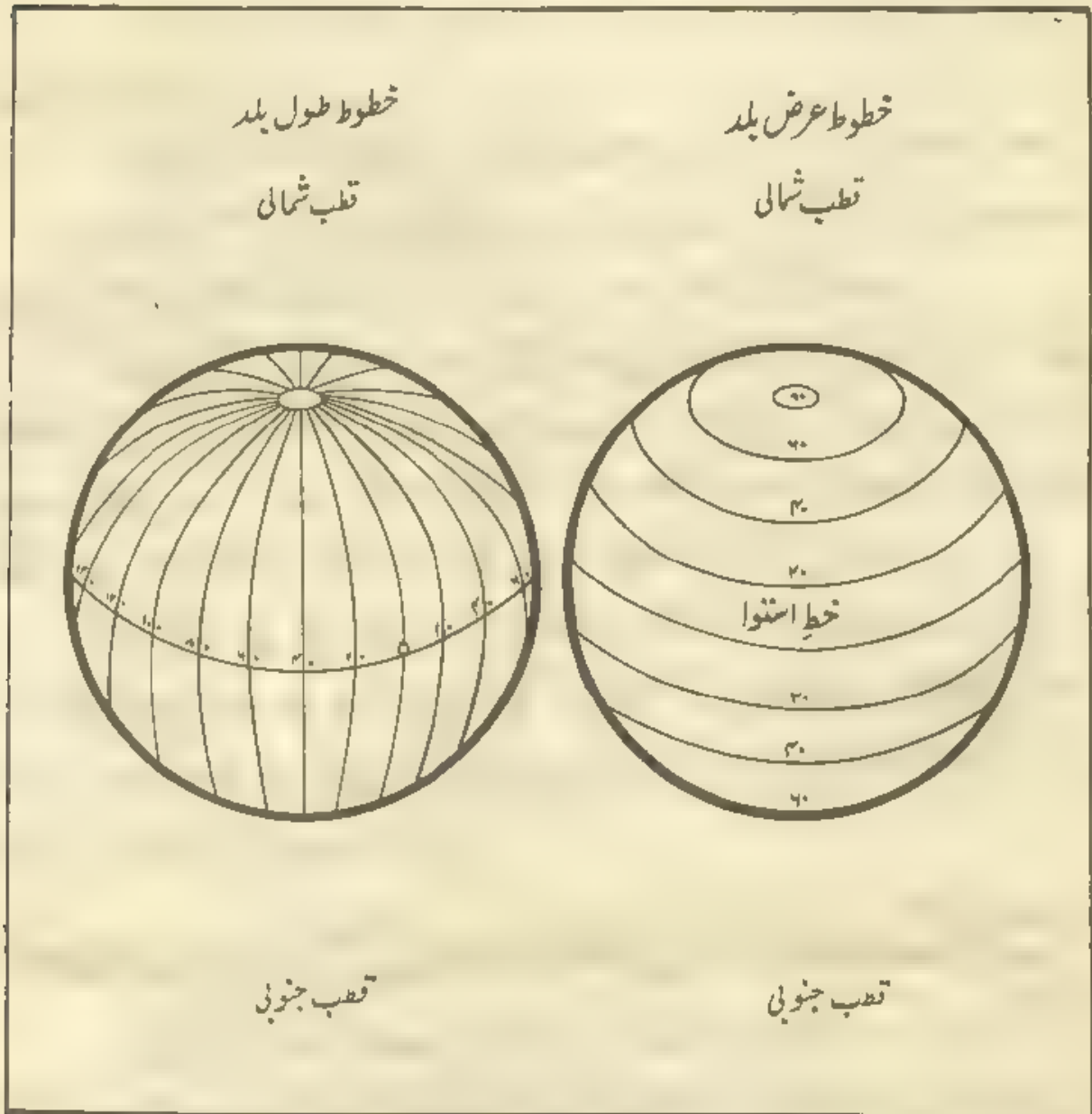
اب پاکستان کے جائے وقوع کو دیکھیے ۔ پاکستان شمالی نصف کرہ میں ۲۳، ۴۵° اور ۳۶، ۷۵° خطوط عرضِ بلد شمالی اور ۶۱° اور ۷۵،۵° خطِ طولِ بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے ۔
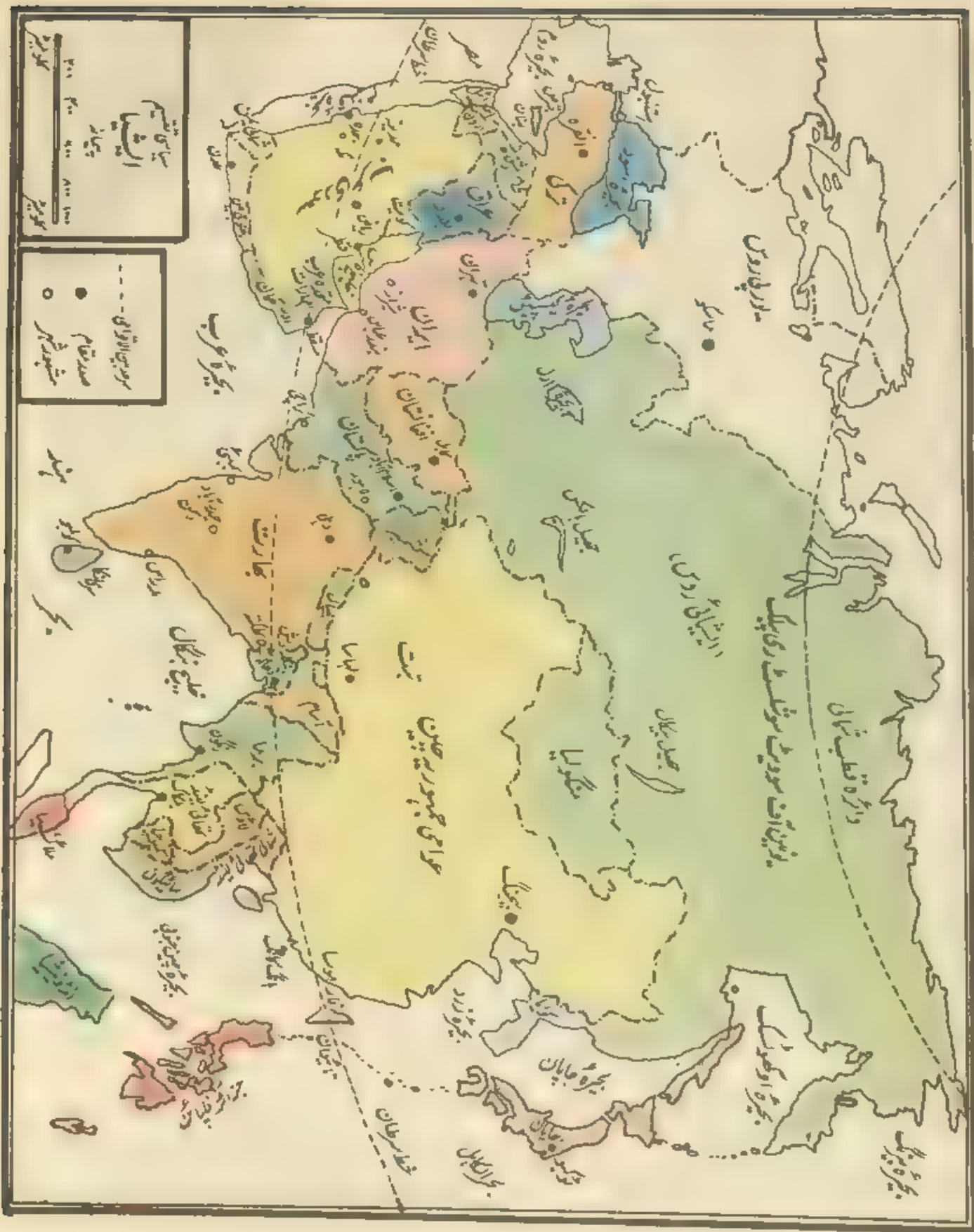
پاکستان کے محلِ وقوع کی اہمیت

محلِ وقوع کے لحاظ سے پاکستان شمالی منطقہ معتدلہ میں واقع ہے۔ خطِ سرطان اس کے جنوب کے پاس سے گزرتا ہے چونکہ پاکستان منطقہ حارہ کے بالکل نزدیک ہے اس لیے مجموعی طور پر پاکستان کی آب و ہوا، حیوانات اور نباتات منطقہ حارہ سے زیادہ ملتے ہیں۔ ایشیا کے جنوب میں ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے۔ مغرب میں اس کی سرحدیں ایران سے ملتی ہیں اور اس کے شمال مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ چین جو پاکستان کا قریبی دوست ہے ہمارے شمال میں ہے۔ شمال ہی میں افغانستان کی ایک چھوٹی سی پٹی جسے 'واکھان' کہتے ہیں پاکستان کو روس سے جُدا کرتی ہے۔ ایشیا کے پانچ بڑے ممالک چین، روس، ایران بھارت اور افغانستان، پاکستان کے قریبی ہمسائے ہیں۔ دنیا میں تیل کا بڑا حصّہ پیدا کرنے والے خلیجی ممالک پاکستان کے مغرب میں واقع ہیں۔ بحیرۂ عرب پاکستان کے جنوب میں ہے۔ اس لیے سمندری راستوں کے ذریعے پاکستان بڑی آسانی سے سعودی عرب اور افریقہ کے مشرقی ممالک سے تعلقات قائم کرسکتا ہے۔ جنوب کے بحری راستوں سے ہی ہماری تجارت اور آمد و رفت سری لنکا، انڈونیشیا اور ملائیشیا سے ہوتی ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا اور عرب ممالک کے درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے پاکستان مغرب اور مشرق دونوں سے آسانی کے ساتھ رابطہ قائم کرسکتا ہے۔ پختہ سڑکوں کے ذریعے پاکستان ایران، بھارت اور افغانستان سے ملا ہوا ہے۔ حال ہی میں پاکستان کے شمالی علاقوں میں چین کے اشتراک سے ایک نئی سڑک بنائی گئی ہے۔ یہ سڑک گلگت اور ہنزہ سے ہوتی ہوئی خنجرب کے راستے براہِ راست چین سے جا ملتی ہے۔ اس طرح اپنے محلِ وقوع کی وجہ سے پاکستان کی دنیا میں بڑی اہمیت ہے۔

اسلامی دُنیا میں پاکستان کی اہمیّت

پاکستان کا شمار دنیا کی بڑی اسلامی ریاستوں میں ہوتا ہے۔ اس کے مغرب میں دو مسلم حکومتیں ایران اور افغانستان واقع ہیں۔ ایران سے ملا ہوا عراق ہے اور یہ سلسلہ ترکی تک چلا جاتا

ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب ممالک ہیں جن میں شام ، اردن ، سعودی عرب اور دوسری عرب ریاستیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ شمالی افریقہ میں مصر، لیبیا ، الجیریا ، مراکش اور تیونس اہم اسلامی حکومتیں ہیں۔ ان کے علاوہ افریقہ میں بہت سی آزاد مسلم ریاستیں اور بھی ہیں۔ اس طرح وادئ سندھ سے لے کر ترکی تک اور وہاں سے عرب ممالک ہوتے ہوئے افریقہ تک تمام علاقہ اسلامی دنیا کا اہم حصّہ ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بنگلہ دیش اور ملائیشیا کے اسلامی ممالک ہیں۔ اس لیے پاکستان کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ وہ مغرب اور مشرق کی سلامی حکومتوں کے درمیانی علاقے میں واقع ہے اور اس کے تمام اسلامی حکومتوں سے برادرانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔

پاکستان قائم ہوتے ہی قائد اعظمؒ نے اپنے نمائندے تمام اسلامی ممالک میں دوستانہ دورے پر بھیجے اور سب سے برادرانہ تعلقات قائم کیے۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔ س وقت سے پاکستان برابر بین الاقوامی معاملات میں اسلامی حکومتوں خصوصاً عرب ملکوں کا ساتھ دیتا رہا ہے۔ الجیریا ، لیبیا اور فلسطین کی آزادی کی حمایت کی۔ اب الجیریا اور لیبیا آزاد دوست ممالک ہیں۔ اسرائیل عرب لڑائیوں میں پاکستان نے ہمیشہ عربوں کی حمایت کی۔ پاکستان اپنے برادر عرب ممالک کے نوجوانوں کو فوجی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں بھی دیتا ہے۔ فنّی امداد بہم پہنچاتا ہے اور ان ممالک کی ترقی کے لیے پاکستانی ماہرین کی خدمات پیش کرتا ہے۔ عرب ممالک بھی پاکستان کے لیے خلوص اور محبت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ایران اور ترکی سے بھی پاکستان کے تعلقات شروع سے ہی برادرانہ ہیں۔ دونوں ملکوں نے ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔

فروری ۱۹۷۴ء میں دنیا کے تمام سلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ پاکستان نے بڑے خلوص اور جوش و خروش سے سب کا خیر مقدم کیا۔ ان تمام باتوں سے پاکستان کو اسلامی دنیا میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

پاکستان کے ہمسائے ممالک

پاکستان کی سرحدیں مشرق میں بھارت سے ، شمال میں چین سے ، شمال مغرب میں افغانستان اور مغرب میں ایران سے ملی ہوئی ہیں۔ روس بھی پاکستان کا قریبی ہمسایہ ملک ہے۔

بھارت

پاکستان کا مشرقی علاقہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھارت سے ملا ہوا ہے۔ درمیان میں کوئی قدرتی حد بندی نہیں ہے۔ بھارت کا دارالحکومت نئی دہلی ہے۔ بمبئی، مدراس اور کلکتہ اس کی بڑی بندرگاہیں ہیں۔

بھارت نے شروع سے ہی پاکستان کے ساتھ مخالفانہ رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔ پاکستان قائم ہوتے ہی پاکستان کا نہری پانی بند کردیا، کشمیر پر زبردستی قبضہ کیا۔ اب تک بھارت تین دفعہ پاکستان پر حملہ آور ہوچکا ہے۔ پاکستانی حکومت بھارت سے برابری کی بنیاد پر دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتی چلی آرہی ہے۔

چین

پاکستان کا شمالی علاقہ چین سے ملا ہوا ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان بڑے اونچے پہاڑی سلسلے ہیں ان کے درمیان ایک سڑک تیار کی گئی ہے جس کو "شاہراہ قراقرم" کہتے ہیں۔ چین آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی ایک ارب ہے رقبے اور قدرتی وسائل کے اعتبار سے دنیا کے عظیم ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا دارالحکومت بیجنگ ہے۔ شنگھائی اور کانٹن ملک کی بڑی بندرگاہیں ہیں۔ کچھ عرصے پہلے تک چین ایک زرعی ملک تھا۔ مگر اب صنعتی اعتبار سے دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شامل ہے۔ اس ملک نے ہر شعبے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ یہاں کے باشندے بڑے دست کار، جفاکش اور وطن پرست ہیں۔

پاکستان اور چین کے تعلقات ابتدا سے ہی دوستانہ رہے ہیں۔ پاکستان نے چین کے ساتھ سرحدی، ثقافتی، تجارتی اور فضائی معاہدے کیے ہیں۔ چین نے ہمیشہ ایک ہمدرد دوست ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ چین نے ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا ہے اور پاکستان نے بھی ہمیشہ چین کی حمایت کی ہے۔ دونوں ملک ایک دوسرے کی دوستی کی قدر کرتے ہیں۔

ایران

پاکستان کے مغرب میں ایران واقع ہے۔ پاکستان اور ایران کے درمیان زمانۂ قدیم سے مذہبی اور ثقافتی تعلقات بہت خوشگوار رہے ہیں۔ رقبے کے اعتبار سے یہ ملک پاکستان سے بڑا ہے مگر آبادی پاکستان کے مقابلے میں کم ہے۔ جنوبی حصّہ ریگستان ہے۔ شمالی حصّہ سرسبز ہے۔ تیل کے بڑے بڑے ذخیرے جنوب میں ہیں جو ایران کی خاص دولت ہے۔ صنعتی اعتبار سے ایران بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اس کا دارالحکومت تہران ہے۔ دوسرے بڑے شہر مشہد، اصفہان اور شیراز ہیں۔ پاکستان سے ایران کے تعلقات برادرانہ ہیں۔ ہر موقعے پر ایران نے پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ خصوصاً کشمیر کے معاملے میں یران نے ہمیشہ پاکستان کی حمایت کی ہے۔ ایران، پاکستان اور ترکی کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ تینوں ملک ایک دوسرے کی ترقی کے لیے تعاون کریں۔ یہ بڑا کامیاب ثابت ہوا اس معاہدے کا نام "علاقائی تعاون برائے ترقی" رکھا گیا تھا۔ جس کو آر۔ سی۔ ڈی بھی کہا جاتا تھا۔ لیکن اب اس معاہدے کا نیا نام "علاقائی اقتصادی کونسل" رکھا گیا ہے۔

افغانستان

جنوبی ایشیا پر مسلمانوں کے دورِ حکومت میں افغانستان ایک عرصے تک جنوبی ایشیا کا ایک صوبہ تھا۔ دہلی کا مقرر کیا ہوا صوبہ دار وہاں کا حاکم ہوتا تھا۔ مغلوں کے زوال کے بعد یہ انتظام قائم نہ رہ سکا۔ نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کے افغان فوجی سردار احمد شاہ ابدالی نے قندھار میں اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا۔ اُس کے بعد اس نے کابل پر قبضہ کرکے سلطنت افغانستان کی بنیاد ڈالی، اور یوں افغانستان جنوبی ایشیا کے صوبے کی بجائے ایک علیحدہ خودمختار ملک بن گیا۔ اس ملک کا زیادہ حصّہ پہاڑی اور خشک ہے۔ شمال میں دریائے کابل کی وادی خوبصورت، زرخیز اور پُر فضا ہے۔ دوسرے میدانی علاقوں میں پانی کی کمی ہے۔ اس لیے زیادہ تر لوگ گلہ بانی کرتے ہیں مگر دریاؤں کی وادیوں میں لوگ کاشتکاری کرتے ہیں۔ افغانستان اپنے تازہ اور خشک پھلوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ پھل بڑی مقدار میں ملک سے

باہر بھیجے جاتے ہیں ۔ کابل جو کہ ایک خوبصورت شہر ہے اس ملک کا دارالحکومت ہے ۔ ہرات، قندھار، جلال آباد اور غزنی دوسرے اہم شہر ہیں ۔ آب و ہوا گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہے ۔ شمال کے پہاڑی علاقوں کی آب و ہوا خوشگوار ہے ۔ افغانستان کا کوئی علاقہ سمندر سے نہیں ملتا ۔ اس لیے وہاں کی غیر ملکی تجارت پاکستان کی بندرگاہ کراچی کے ذریعے ہوتی ہے ۔ حکومت پاکستان نے افغانستان کو تجارت کے لیے بڑی مراعات دی ہوئی ہیں ۔

روس

افغانستان کی ایک چھوٹی سی پٹی پاکستان کو روس سے جدا کرتی ہے ۔ روس دنیا کی ایک بڑی طاقت ہے ۔ وہ پاکستان کا قریبی ہمسایہ ہے ۔ رقبے کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے ۔ قدرتی وسائل لامحدود ہیں ۔ زرعی پیداوار کی کثرت ہے ۔ سائنسی اور صنعتی ترقی میں روس دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی صفِ اول میں ہے ۔ روس کا دارلحکومت ماسکو ہے ۔ اس کے علاوہ لینن گراڈ اور گورکی دوسرے مشہور شہر ہیں ۔ روس سے پاکستان کے تعلقات بہتر ہیں ۔ روس صنعتی میدان میں پاکستان کی امداد کررہا ہے ۔ کراچی کے قریب فولاد کے ایک کارخانے کے قیام میں روس نے بھاری مدد دی ہے ۔ ملک میں تیل کی تلاش میں بھی روس تعاون کررہا ہے ۔ آج کل روس میں بہت سے پاکستانی طلبا اعلیٰ فنی تعلیم حاصل کررہے ہیں ۔

دنیا کے معاملات میں پاکستان کا مقام

۱۹۴۷ء میں پاکستان اقوام متحدہ کا ممبر بنا ۔ اس وقت سے پاکستان کے نمائندے ہر سال جنرل اسمبلی میں شریک ہوتے ہیں اور دنیا کے اہم معاملات کے صحیح حل تلاش کرنے میں مدد کرتے ہیں ۔ اقوامِ متحدہ کے مختلف اداروں میں پاکستانی نمائندوں کو بھی شریک کیا جاتا ہے ۔ مشرقِ وسطیٰ میں امن کے قیام کے لیے پاکستان نے اہم کردار ادا کیا ہے ۔ دنیا کی ہر محکوم قوم کی آزادی کی تحریک کی حمایت کی ہے ۔ دنیا کے ملکوں سے تعلقات قائم کرنے کے سلسلے میں پاکستان نے بالکل آزاد پالیسی اختیار کی ہے ۔ پاکستان کی چین، روس اور امریکہ تینوں سے دوستی ہے ۔ تیسری دنیا کے ممالک کے معاملات میں بھی

پاکستان خاص دلچسپی لیتا ہے اس طرح پاکستان دنیا کے معاملات میں اہم کردار ادا کر رہا ہے ۔

سوالات

۱ ـــــ پاکستان کے قریبی ہمسائے ملک کون کون سے ہیں ؟

۲ ـــــ عرضِ بلد اور طولِ بلد سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟

۳ ـــــ پاکستان کو اپنے جائے وقوع کی وجہ سے کیا اہمیت حاصل ہے ؟

عملی کام

۱ ـــــ ایشیا اور شمالی افریقہ کے اسلامی ملکوں کی فہرست تیار کریں ۔

۲ ـــــ ذیل میں شہروں اور ملکوں کے نام دو علیحدہ گروپ میں دیے ہوئے ہیں ۔ شہروں کے نام کے سامنے صحیح ملک کا نام لکھیں ۔

(الف) نئی دہلی ۔ تہران ۔ ماسکو ۔ مدراس ۔ مشہد ۔ بیجنگ اور گورکی ۔

(ب) ایران ۔ روس ۔ بھارت ۔ چین ۔

تیسرا باب

پاکستان کی سطح

پاکستان کا طبعی نقشہ دیکھیے۔ پاکستان کو چار قدرتی حصّوں میں آسانی سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) شمال مغربی پہاڑی علاقہ (۲) شمال اور مغرب کی سطح مرتفع (۳) دریائی میدانی علاقے (۴) ساحلی میدانی علاقے۔

۱۔ شمال مغربی پہاڑی علاقے

پاکستان کے شمال مغرب میں قراقرم کا پہاڑی سلسلہ ہمالیہ کی مغربی شاخوں سے جاملتا ہے ان میں کے۔ٹو (K-2) اور نانگا پربت کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ مری اور نتھیا گلی جو خوبصورت پہاڑی علاقے ہیں، ان پہاڑوں کے جنوب میں واقع ہیں۔ ہنزا، گلگت، چترال، سوات اور کاغان کی سرسبز و شاداب وادیاں بھی ان پہاڑوں کے جنوب و مغرب میں ہیں۔

شمالی پہاڑوں کا سلسلہ مغرب میں کوہِ ہندوکش سے جا ملتا ہے جو کوہِ سفید سے کوہ سلیمان ہوتا ہوا کھیرتھر کی پہاڑیوں سے جاملتا ہے۔

ہندوکش کی ترچ میر کی چوٹی ۷۷۰۰ میٹر اونچی ہے۔ کھیرتھر پہاڑیوں کے سلسلے کراچی کے ساحلی علاقے تک چلے آتے ہیں۔ شمالی حصّے میں کئی مشہور درّے یعنی پہاڑوں کے بیچ میں راستے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور درۂ خیبر ہے جو پاکستان کو کابل سے ملاتا ہے۔ اس کے علاوہ درّۂ کرّم، درّۂ ٹوچی، درّۂ گومل اور درّۂ بولان بھی ہیں۔

۲۔ سطح مرتفع پوٹھوہار

ایسی اونچی جگہ جو اوپر سے ہموار ہو سطح مرتفع کہلاتی ہے۔ شمال مغرب میں

پوٹھوہار کی سطح مرتفع ہے۔ یہ دریائے سندھ اور جہلم کے درمیان واقع ہے۔ اس کی اونچائی ۳۰۰ میٹر سے ۶۰۰ میٹر تک ہے۔ یہ خشک علاقہ ہے۔ اس کے جنوب میں نمک کی مشہور پہاڑیاں ہیں۔ کھیوڑہ کی مشہور نمک کی کان اسی سطح مرتفع میں ہے۔

بلوچستان کی سطح مرتفع

اس سطح مرتفع کا علاقہ مغرب میں ایران سے اور شمال میں افغانستان سے ملتا ہے۔ اس کی اونچائی ۶۰۰ میٹر سے ۹۰۰ میٹر تک ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ زمین پتھریلی ہے۔ کہیں کہیں ایسی نہریں ہیں جو زمین کے نیچے ہیں ان کو کاریز کہتے ہیں۔ ان سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ یہ سارا علاقہ خشک ہے۔ جاڑوں میں کچھ بارش ہوجاتی ہے۔

۳۔ دریائی میدانی علاقے

یہ علاقہ پاکستان کا زرخیز علاقہ ہے۔ سندھ اور اس کے معاون دریاؤں نے یہ علاقہ بنایا ہے۔ راوی، بیاس، ستلج، جہلم اور چناب دریائے سندھ کے معاون دریا ہیں اس علاقے کے دو حصے کیے جاسکتے ہیں۔ ایک بالائی دریائی علاقہ جہاں ستلج، راوی، بیاس، چناب اور جہلم بہتے ہیں۔ یہ سب دریا برفانی چوٹیوں سے نکلتے ہیں جن میں ہمیشہ پانی رہتا ہے۔ یہاں دریاؤں پر بند باندھ کر بہت سی نہریں نکالی گئی ہیں۔ دریاؤں کے درمیانی علاقوں کو دوآبہ کہا جاتا ہے۔ میدانی علاقے کا دوسرا حصہ دریائے سندھ کے نچلے حصے کی وادی ہے۔ یہ میدان زرخیز مٹی سے بھرا ہوا ہے۔ یہاں پنجاب کے پانچ دریا دریائے سندھ میں آملتے ہیں۔ اس کے بعد سے یہ علاقہ شروع ہوتا ہے جو بحیرۂ عرب تک چلا گیا ہے۔ یہاں دنیا کی عظیم ترین نہریں نکالی گئیں ہیں اور یہ آب پاشی کا بہترین نظام ہے۔ سکھر اور حیدرآباد ڈویژنوں میں پہلے ریت تھی مگر نہروں کی وجہ سے پنجاب اور سندھ کے علاقے سرسبز ہوگئے ہیں۔

۴۔ ساحلی علاقے

یہ ساحلی علاقے کراچی کے قریب سے شروع ہوکر بلوچستان کے ساحلی علاقے تک چلے گئے
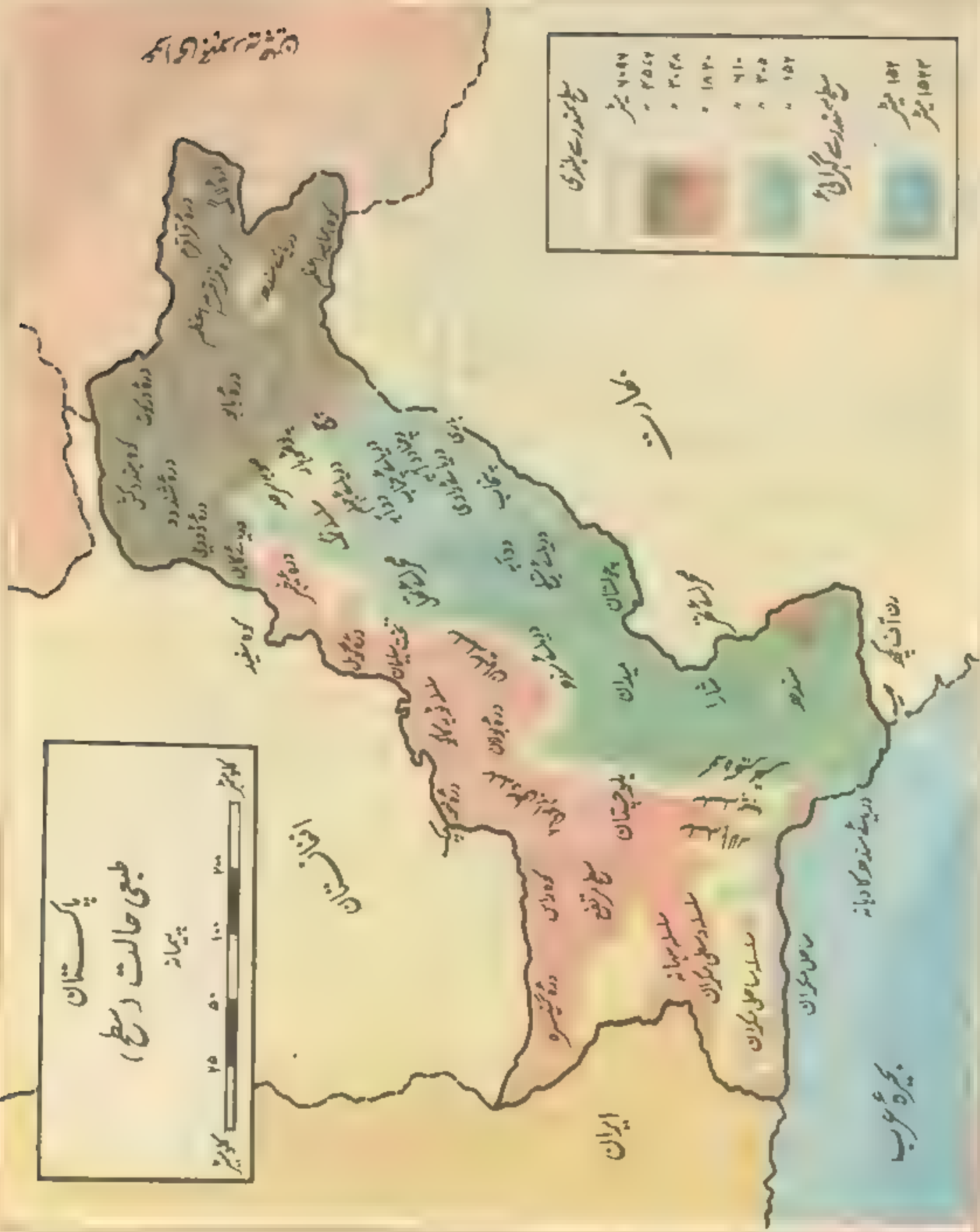
ہیں۔ اس ساحلی علاقے کی لمبائی تقریباً آٹھ سو کلومیٹر ہے۔ کراچی سندھ کے ڈیلٹائی علاقے کے ٹھیک مغرب میں واقع ہے۔ یہ ایک قدرتی بندرگاہ ہے۔ یہاں کچھ ساحلی علاقہ کٹا پھٹا ہے دوسرے سارے علاقے میں کوئی کھاڑی یا خلیج نہیں ہے اس لیے کوئی دوسری اچھی بندرگاہ نہیں ہے۔ اتنے لمبے علاقے میں صرف معمولی قسم کی چند بندرگاہیں ہیں۔ جن کے نام اورماڑا، پسنی اور گوادر ہیں۔ اب پورٹ قاسم کے نام سے ایک بڑی بندرگاہ بنائی گئی ہے۔

سوالات

۱۔۔۔۔۔۔ سطح کے لحاظ سے پاکستان کے کتنے حصے ہیں؟

۲۔۔۔۔۔۔ دریائی میدانی علاقے کی کیا اہمیت ہے؟

۳۔۔۔۔۔۔ سطح مرتفع سے کیا مراد ہے؟

عملی کام

۱۔۔۔۔۔۔ پاکستان کے نقشے میں پاکستان کے خاص خاص پہاڑ دکھائیں۔

۲۔۔۔۔۔۔ پاکستان کے نقشے میں پاکستان کے خاص خاص دریا دکھائیں۔

چوتھا باب

آب و ہوا

ہم گفتگو میں اکثر موسم اور آب و ہوا کا ذکر کرتے ہیں۔ موسم اور آب و ہوا میں تھوڑا سا فرق ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آج موسم بہت خوشگوار ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس خاص روز ہوا کی کیفیت، درجۂ حرارت وغیرہ نہایت اچھا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی مقام پر تھوڑے عرصے کے لیے ہوا کی کیفیت کیا رہی، درجۂ حررت کیا رہا، بارش کا کیا حال تھا تو اس حالت کو موسم کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی مقام کی چند دنوں کی گرمی، سردی، بارش اور ہوا کے دباؤ اور کمی بیشی کو موسم کہا جاتا ہے۔ موسم عام طور پر جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔

برخلاف اس کے آب و ہوا ایک مستقل چیز ہے۔ سال بھر کی سردی، گرمی، بارش اور ہوا کے دباؤ کے حال کو آب و ہوا کہا جاتا ہے۔ آب و ہوا عام طور پر ہر سال ایک سی رہتی ہے۔ مثلاً سکھر، لاہور اور پشاور میں گرمیوں کے زمانے میں سخت گرمی اور سردیوں کے زمانے میں سخت سردی اور برسات کے زمانے میں کچھ بارش ہوتی ہے۔ یہ صورت ہر سال ہوا کرتی ہے اس کو وہاں کی آب و ہوا کہا جائے گا۔

آب و ہوا کا انحصار

مختلف ملکوں یا ایک بڑے ملک کے مختلف حصّوں کی آب و ہوا میں فرق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آب و ہوا پر کئی چیزوں کا اثر ہوتا ہے جو علاقے خطِ استوا کے قریب ہوتے ہیں وہاں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جو علاقے سطح سمندر سے کافی اونچے ہوتے ہیں وہاں گرمی کم ہوتی ہے۔ جتنی اونچائی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی ٹھنڈک بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ساحل کے قریبی علاقوں کی آب و ہوا معتدل ہوتی ہے۔ ان علاقوں کی آب و ہوا میں وہ
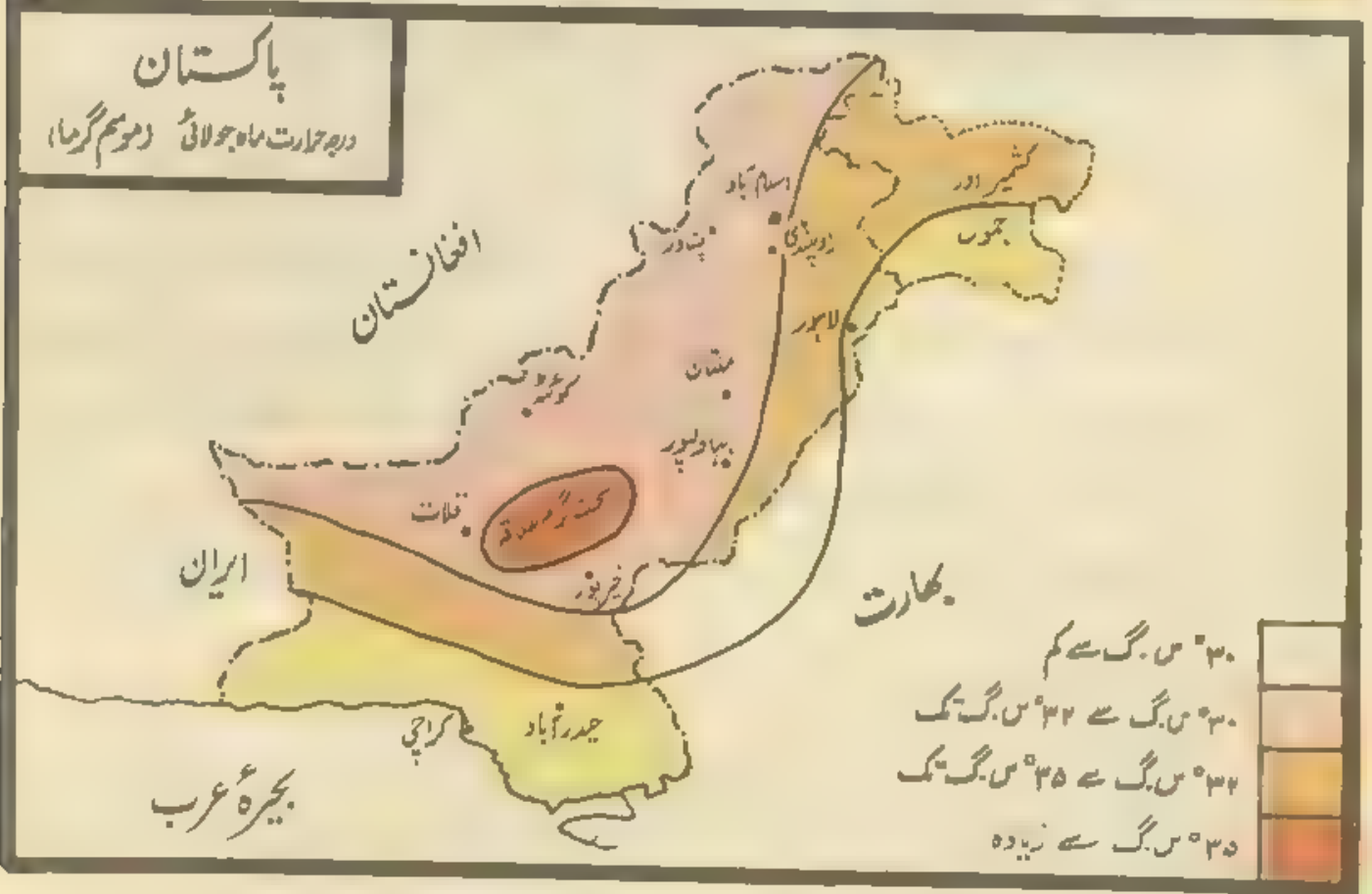
شدت نہیں ہوتی جو ملک کے اندرونی علاقوں میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مقام سرد علاقے سے آنے والی ہوا کی زد میں ہوتا ہے تو وہاں سردی بہت پڑتی ہے۔ ایسے ہی اثرات آب و ہوا میں فرق پیدا کرتے ہیں۔

پاکستان کی آب و ہوا، گرمی اور سردی

پاکستان کے مختلف علاقوں کی آب و ہوا میں فرق ہے۔ چوں کہ پاکستان، جنوب میں ساحلی علاقے سے لے کر شمال میں پہاڑی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، اس لیے قدرتی اثرات کی وجہ سے مختلف علاقوں میں آب و ہوا مختلف ہے۔ ساحلی علاقہ جیونی کی بندرگاہ سے لے کر پاکستان کی آخری سرحد کچھ تک پھیلا ہوا ہے۔ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی۔ دن کو زمین گرم ہوجاتی ہے تو سمندر کی ہوا اس گرمی کو کم کردیتی ہے۔ رات کو زمین جلدی ٹھنڈی ہوجاتی ہے تو خشکی سے چلنے والی ہوا اس علاقے کی آب و ہوا کو معتدل کردیتی ہے۔ جیسے کراچی کا علاقہ ہے۔ شمالی اور شمال مغربی علاقوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ جاڑے میں برف پڑتی ہے۔ کئی مقامات پر تو برف کی وجہ سے راستے بند ہوجاتے ہیں۔ البتہ جہاں وادیاں ہیں، وہاں گرمیوں میں کافی گرمی پڑتی ہے۔ پہاڑی علاقوں کے پُرفضا مقامات مری، نتھیاگلی، ایبٹ آباد، کاغان اور سوات وغیرہ میں گرمیوں میں بھی زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔ موسم نہایت خوشگوار رہتا ہے۔ بلوچستان کے علاقے میں گرمیوں میں شدید گرمی اور سردی میں شدید سردی پڑتی ہے۔ لیکن جہاں کہیں اونچے پہاڑ ہیں وہاں ٹھنڈک رہتی ہے۔ کوئٹہ اور زیارت کے علاقے خصوصی طور پر پُرفضا اور ٹھنڈے رہتے ہیں۔ پاکستان کا باقی علاقہ جس میں شمال مشرقی میدانی علاقے بھی شامل ہیں شدید آب و ہوا کا خطہ ہے گرمیوں کے زمانے میں سخت گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں شدید سردی ہوتی ہے۔

مون سون ہوائیں

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب پانی کسی برتن میں گرم کیا جاتا ہے تو اس میں سے بھاپ اٹھنے لگتی ہے اسی طرح سمندر کی سطح پر جب سخت دھوپ پڑتی ہے تو پانی بھاپ بن کر

اڑنے لگتا ہے یہ بھاپ یا بخارات ہوا میں اوپر کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ نمی سے بھری ہوئی ہوا مون سون یا موسمی ہوا کہلاتی ہے۔ گرمیوں میں بارش مون سون ہواؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب یہ ہوائیں اوپر جاتی ہیں تو وہاں ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے ننھی ننھی بوندوں کی شکل میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ یہ ہوائیں موسم گرما کی مون سون ہوائیں کہلاتی ہیں۔ اکثر یہ ہوائیں دور تک چلی جاتی ہیں اور پہاڑوں سے ٹکرا کر واپس آتی ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے۔ یہ ہوائیں سمندر سے کوہ ہمالیہ تک چلی جاتی ہیں۔ وہاں سے پاکستان واپس آتے آتے ان میں نمی کم ہوجاتی ہے۔ پاکستان کے شمال مغربی علاقے جو پہاڑوں کے دامن میں ہیں وہ مون سون ہوا کے راستے میں ہیں اس لیے وہاں اچھی بارش ہوتی ہے جو علاقے شمال میں ہیں وہاں بھی بارش ہوتی ہے۔ مگر جیسے جیسے یہ ہوائیں مغربی علاقے کی طرف بڑھتی ہیں تو یہ خشک ہوجاتی ہیں اور بارش نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد کے مغربی علاقے میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ سردیوں میں پاکستان خشک علاقوں سے آنے والی مون سون ہواؤں کی زد میں رہتا ہے ان ہواؤں کو موسم سرما کی مون سون کہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کافی بارش نہیں ہوتی۔ البتہ گرد باد یا بگولے کی وجہ سے دسمبر، جنوری میں کچھ بارش ہوجاتی ہے۔

آب و ہوا کا لوگوں پر اثر

کسی ملک کی طبعی حالت اور آب و ہوا کا وہاں کے لوگوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر موسم شدید نہ ہوں تو وہ خوب محنت سے کام کرتے ہیں اور ملک کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستان کے شمال اور شمال مغربی پہاڑی علاقوں میں آب و ہوا شدید ہے۔ یعنی سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ گرمیوں میں سخت گرمی۔ یہاں پیداوار بھی کم ہوتی ہے اس لیے یہاں کے لوگ جفاکش اور محنتی ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی روزی کمانے اور خوراک پیدا کرنے میں سخت محنت کرنی پڑتی ہے مگر یہاں کی آب و ہوا تندرستی کے لیے اچھی ہے اس لیے لوگ تندرست اور صحت مند ہوتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں جہاں زمین زرخیز ہے اور پیداوار کثرت سے ہوتی ہے وہاں لوگوں کو روزی کمانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی
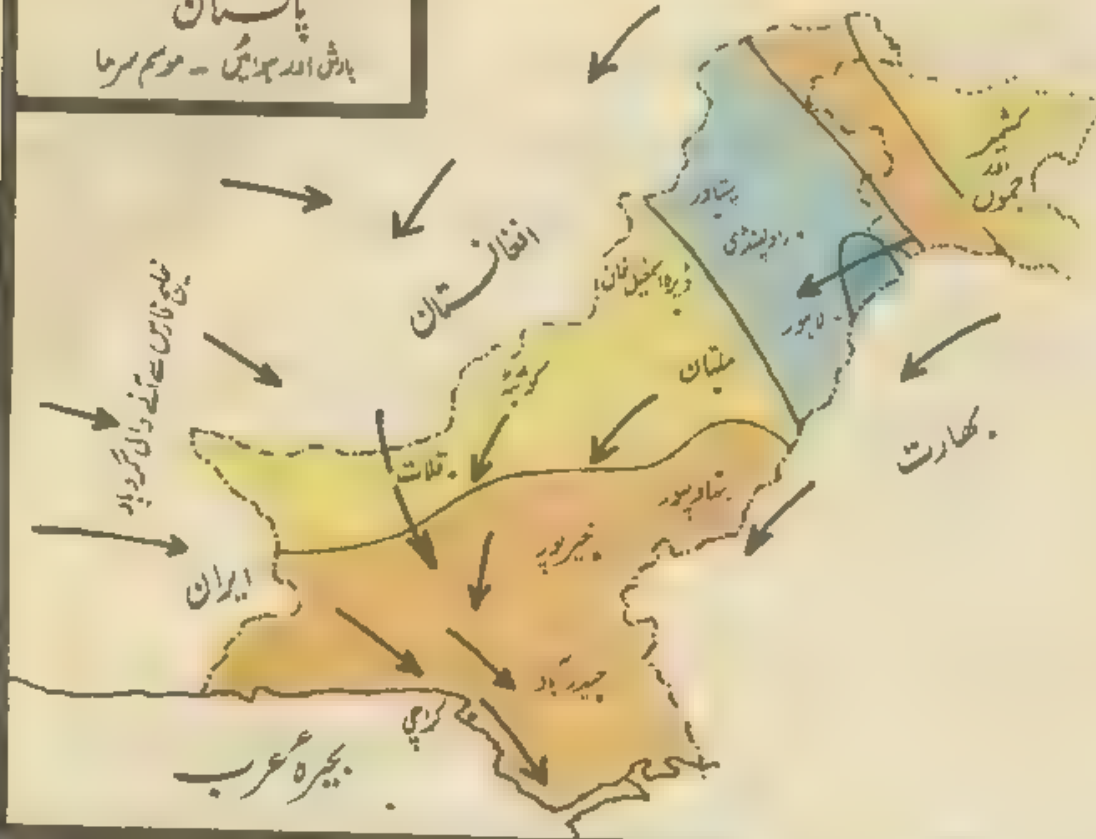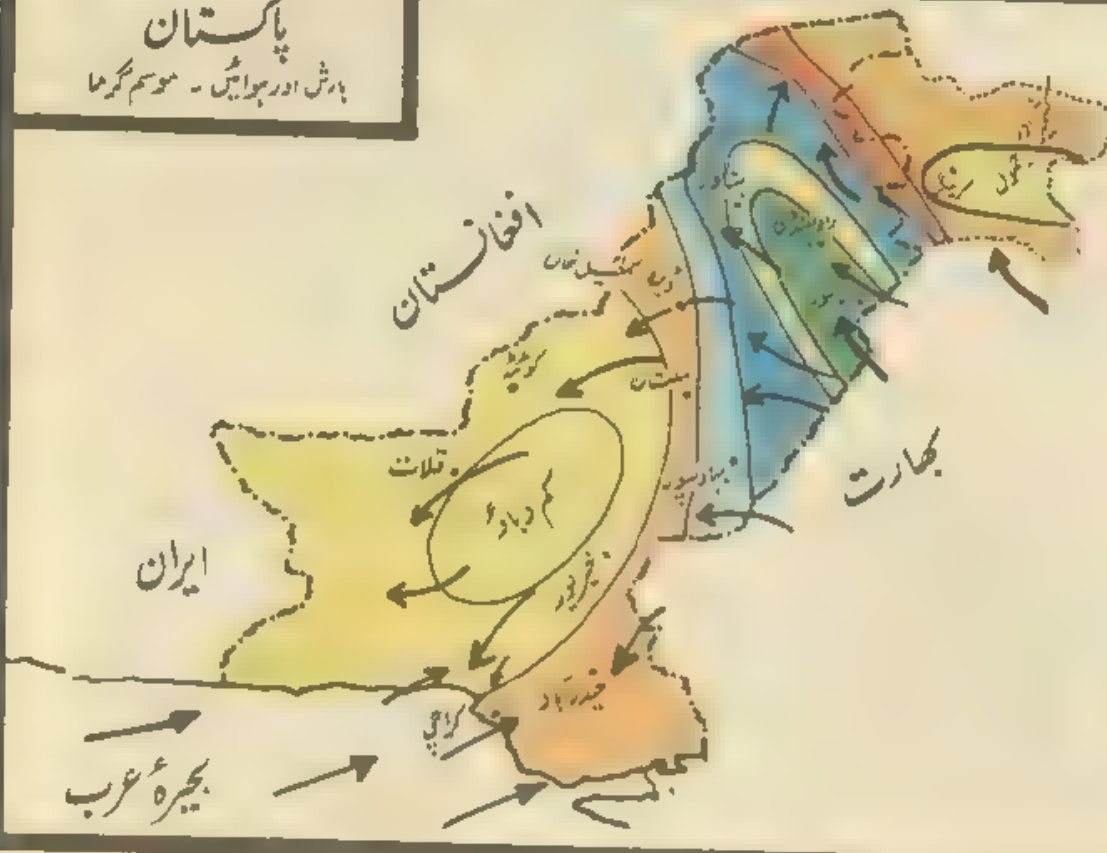
اس لیے وہ سخت اور دشوار زندگی کے عادی نہیں ہوتے۔ ساحلی علاقوں میں جہاں آب وہوا معتدل ہے وہاں لوگ فیکٹریوں، کارخانوں اور دفتروں میں زیادہ دیر تک بغیر کسی تکلیف کے کام کرسکتے ہیں مگر وہ ایسے مضبوط اور جفاکش نہیں ہوتے جیسے پہاڑی علاقوں کے لوگ ہیں۔

آب و ہوا موافق ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں فیکٹریاں اور کارخانے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور روزگار کی سہولتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لیے شمالی علاقوں سے اکثر لوگ رہائش چھوڑ کر معتدل آب و ہوا کے علاقوں میں آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ان علاقوں کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔

اس کے علاوہ آب و ہوا کا لوگوں کے لباس اور رہن سہن کے طریقوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ سرد علاقوں میں اونی کپڑے پہنے جاتے ہیں جب کہ گرم علاقوں میں سوتی کپڑے، ڈھیلا لباس پہنا جاتا ہے۔ گرم علاقوں میں مکانات ہوادار ہوتے ہیں ان میں صحن ہوتے ہیں مگر سرد علاقوں کے مکانات میں سردی اور برف سے بچنے کے لیے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ کھانے اور پینے کی چیزوں میں بھی آب وہوا کے لحاظ سے مختلف مقامات میں فرق آجاتا ہے۔ سرد علاقوں میں گرم قہوہ، گرم علاقوں میں لسی، فالودہ و شربت اور معتدل علاقوں میں چائے پینے کا رواج ہے۔ اس طرح آب و ہوا کا اثر لوگوں کی تندرستی، طریق کار، لباس اور رہن سہن کے طریقوں پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔

گرد باد

مون سون یا موسمی ہوا گرمیوں کے موسم میں چلتی ہے اور بارش کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بارش کی ایک اور وجہ بھی ہوتی ہے جس کو گرد باد کہتے ہیں۔ گرد باد ہوا کے تیز چکر یا بھنور کو کہتے ہیں۔ اس میں ہوا نہایت تیزی سے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کی طرف چکر کاٹنے لگتی ہے یعنی گھڑی کی سوئیوں کے برعکس تیزی سے گھومنے لگتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوا کا دباؤ گرد باد کے چکر کے باہر کے حصے میں زیادہ ہوتا ہے اور اندر کے حصے میں دباؤ کم ہوتا ہے۔ ہوا اسی طرح چکر کھاتی ہوئی بیچ میں مرکز کی طرف جاتی ہے

اور وہاں سے اوپر کی طرف چلی جاتی ہے۔ اوپر جانے کے بعد یہی ہوا بارش کا باعث بنتی ہے۔
یہ گرد باد ایک جگہ سے اُٹھ کر دور دور چلے جاتے ہیں۔ پاکستان میں جو گرد باد آتے ہیں وہ خلیج فارس اور بحیرۂ روم سے اٹھتے ہیں۔ وہاں سے وہ پاکستان کی طرف آتے ہیں اور بارش کا سبب بنتے ہیں۔ دسمبر اور جنوری میں گرد باد کی وجہ سے کہیں کہیں بارش ہوتی ہے۔ بلوچستان اور مغربی پہاڑوں اور میدانی علاقوں میں، سردیوں میں بارش اسی گرد باد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گرد و غبار کے طوفان

جب گرمی کا موسم شروع ہوتا ہے تو ہوا کا دباؤ تبدیل ہونے لگتا ہے۔ گرمی کی وجہ سے بعض جگہ ہوا کا دباؤ بہت کم ہوجاتا ہے۔ ہوا نیچے سے اوپر اٹھنے لگتی ہے اور نہایت تیز چلنے لگتی ہے۔ اس کی رفتار ۶۴ کلومیٹر فی گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ہوا اپنے ساتھ گرد و غبار اور نمی لے کر اوپر اٹھتی ہے۔ بعض مرتبہ گرد و غبار اتنا زبردست ہوتا ہے کہ اندھیرا چھا جاتا ہے اور آندھی آجاتی ہے۔ گرد و غبار اور مٹی، ہوا کے ساتھ ساتھ اُڑتی ہے۔ اس تیز اور تند ہوا کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اولے بھی گرنے لگتے ہیں اور بارش بھی ہوجاتی ہے اور درجۂ حرارت کافی کم ہوجاتا ہے۔ سندھ اور پنجاب کے علاقوں میں اکثر اس قسم کی آندھی اور مٹی کے طوفان آتے رہتے ہیں۔ مگر جہاں ریت کے میدان ہیں جیسے سندھ میں تھر کا علاقہ ہے وہاں تیز ہواؤں کے ساتھ ریت کے تودے ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔

آبپاشی

آپ پڑھ چکے ہیں کہ پاکستان کا زیادہ تر علاقہ خشک اور نیم خشک ہے اس لیے اس کی ترقی کا دارومدار آبپاشی پر ہے۔ خوش قسمتی سے پاکستان کو آبپاشی کے لیے کافی سہولتیں ہیں۔ سندھ کی بالائی وادی میں تین دریا بہتے ہیں اور سال بھر ان میں پانی رہتا ہے۔ ان سے نہریں نکالی گئی ہیں۔

نہریں

پاکستان میں آبپاشی کا سب سے بڑا ذریعہ نہریں ہیں ۔ کنوئیں اور تالاب بھی اس کام کے لیے استعمال ہوتے ہیں ۔ نہریں دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی جاتی ہیں ۔ نہریں دو قسم کی ہوتی ہیں ۔ ایک وہ جن میں سال بھر پانی رہتا ہے ان کو دوامی نہر کہتے ہیں ۔ دوسری وہ ہیں جن میں پانی صرف اس وقت آتا ہے جب دریا طغیانی پر ہو ۔ ان کو سیلابی نہریں کہتے ہیں ۔ نہروں کی وجہ سے وہ علاقے جو پہلے بنجر تھے اب سرسبز ہوگئے ہیں ۔ دریائے سندھ، چناب اور جہلم سے بہت سی نہریں نکالی گئی ہیں جن کے ذریعے بہت بڑے علاقے کو سیراب کیا جاتا ہے ۔

بیراج

بیراج بھی آبپاشی کا ذریعہ ہیں ۔ دریائے سندھ پر کئی بیراج بنائے گئے ہیں ۔ کالاباغ

سکھر بیراج

کے قریب جو بیراج بنایا گیا ہے اس کا نام جناح بیراج ہے۔ یہاں سے جو نہریں نکلتی ہیں انھوں نے تھل کے ریگستان کو سرسبز علاقہ بنا دیا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کے علاقے کو سیراب کرنے کے لیے تونسہ بیراج بنایا گیا ہے۔ کشمور کے قریب ایک اور بیراج ہے جس کو گدّو بیراج کہتے ہیں۔ سکھر کے قریب جو بیراج ہے اُسے سکھر بیراج کہتے ہیں۔ یہ دنیا کے بڑے بیراجوں میں شمار کیا جاتا ہے اس سے سات نہریں نکالی گئی ہیں جو پچاس لاکھ ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ کوٹڑی کے قریب ایک اور بیراج ہے جو کوٹڑی بیراج کہلاتا ہے۔

ڈیم

دریا کے پانی کو ایک بڑے بند میں جمع کر کے نہروں کے ذریعے زمین سیراب کی جاتی ہے اور پن بجلی بھی بنائی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے سرحد میں پشاور کے قریب ایک بڑا بند دریائے کابل پر بنایا گیا ہے۔ اس کا نام وارسک ڈیم ہے یہاں سے دو بڑی نہریں نکالی گئی ہیں اور پن بجلی بھی بنائی جاتی ہے۔ دوسرا بند راول ڈیم ہے جو راولپنڈی کے قریب ہے اور اسلام آباد کو پانی بہم پہنچاتا ہے۔ ایک اور بند منگلا ڈیم ہے یہ دریائے جہلم پر منگلا کے مقام پر بنایا گیا ہے۔ یہاں پر آبپاشی کے علاوہ پن بجلی بھی بنائی جاتی ہے۔ پاکستان کا سب سے بڑا بند جو دنیا کے بڑے بندوں میں شمار کیا جاتا ہے تربیلا ڈیم ہے۔ اس بند سے ہمارے ملک کی آبپاشی اور پن بجلی کی ضرورت بڑی حد تک پوری ہو رہی ہیں۔

ٹیوب ویل

زمین کے نیچے سے پانی نکالنے کا ایک طریقہ ہے کہ نل زمین کے اندر بڑی دُور تک پہنچا دیا جاتا ہے اور پھر ان نلوں کے ذریعے بجلی یا تیل کے انجنوں کی مدد سے پانی اوپر کھینچا جاتا ہے نل کی چوڑائی ۱۵ سینٹی میٹر یا اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جس سے پانی بکثرت نکلتا ہے۔ ایسے کنوئیں ٹیوب ویل کہلاتے ہیں۔ یہ نل چوبیس گھنٹے کئی دنوں تک برابر چلتے رہتے ہیں اور پانی برابر آتا رہتا ہے۔ اس سے ہزاروں ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے

آبپاشی کا یہ بڑا کامیاب طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل ان علاقوں میں لگائے جاتے ہیں جہاں زمین کے نیچے کا پانی زمین کی سطح تک اوپر آکر زمین کو خراب کردیتا ہے۔ جس کو سیم و تھور کہتے ہیں۔ ٹیوب ویل کے ذریعے سیم و تھور والی زمین قابلِ کاشت بنائی جاتی ہے۔ اس لیے زراعت اور آبپاشی میں ٹیوب ویل کی بڑی اہمیت ہے۔

کاریز

کاریز پاکستان میں آبپاشی کا ایک طریقہ ہے۔ خشک پہاڑی علاقوں میں جہاں سخت گرمی ہوتی ہے پانی بہت جلد بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔ ایسے علاقوں میں ویسے ہی پانی کی بڑی کمی ہوتی ہے۔ بھاپ بن کر اُڑ جانے سے بہت سا پانی ضایع ہوجاتا ہے۔ لہٰذا بلوچستان میں بارشوں کا اکٹھا کیا ہوا تالابوں کا پانی یا چشموں کا پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے زمین دوز نالیاں بنائی جاتی ہیں۔ یا نالیاں بناکر اوپر سے بند کردی جاتی ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے کنوئیں کھود دیے جاتے ہیں۔ تالابوں یا چشموں کا پانی نالیوں کے ذریعے کنوؤں کو بھرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ اس طرح پانی کا بہاؤ قائم رہتا ہے۔ بلوچستان کے خشک علاقوں میں کاشتکاری کا دارو مدار کاریزوں پر ہی ہے۔

غرض کہ ملک کے ہر حصّے میں کاشت کے لیے پانی بہم پہنچانے کے لیے انتظامات کیے گئے ہیں مگر صرف وہی علاقے سرسبز ہیں جہاں نہریں ہیں اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ پاکستان میں آبپاشی کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ نہریں ہیں۔

سوالات

۱ــــــ آب و ہوا سے کیا مراد ہے؟

۲ــــــ آب و ہوا کا لوگوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟

۳ــــــ کن کن دریاؤں سے نہریں نکالی گئی ہیں؟

۴ــــــ پاکستان کے تین بڑے بند کے نام بتائیں؟

عملی کام

۱ ــــــ پاکستان کے نقشے کے خاکے میں ان علاقوں میں رنگ بھریں جہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔

۲ ــــــ آپ کے علاقے میں جو نہر ہو، اسے دیکھنے جائیں اور معلوم کریں کہ وہ کتنے علاقے کو سیراب کرتی ہے؟

۳ ــــــ کسی بیراج کو دیکھ کر اس کا ماڈل بنائیں۔

پانچواں باب
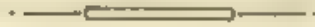
قدرتی وسائل

پاکستان قائم ہونے کے بعد قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے ملک کے قدرتی وسائل بہت ہیں۔ قدرت نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ ہم کو چاہیے کہ اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ جن قدرتی وسائل کی طرف قائداعظمؒ نے اشارہ کیا تھا، ان میں پاکستان کے دریا، جنگلات، قدرتی پیداوار، زرخیز زمین اور زمین کے نیچے چھپی ہوئی معدنیات کے خزانے شامل ہیں۔

کسی ملک کی ترقی کے لیے اس کے قدرتی وسائل بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر آب و ہوا اچھی ہو اور لوگ محنتی ہوں تو قدرتی وسائل سے پورا فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔ قدرت نے ہم کو یہ سب نعمتیں عطا کی ہیں۔ چوں کہ ہمارے ملک کا علاقہ بڑا وسیع ہے اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ جنگلات، دریا، زرخیز زمین اور معدنیات ہمارے مُلک کی ترقی کے لیے خاص طور پر فائدہ مند ہیں تو آیئے دیکھیں کہ ملک کے کن حصّوں میں قدرتی وسائل پائے جاتے ہیں اور ہم اُن سے کیا فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

جنگلات

پاکستان میں کسی زمانے میں کافی جنگلات تھے۔ لیکن بہت زیادہ تعداد میں اِن جنگلات سے درخت کٹتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگلات کا رقبہ کم ہوگیا۔ اس لیے نئے جنگلات تیار کیے جارہے ہیں اور بڑی تعداد میں درخت اُگائے جارہے ہیں۔ موجودہ جنگلات میں بڑے بڑے جنگلات ہزارہ، دیر، سوات اور چترال میں ہیں۔ ان جنگلات میں دیودار، بیاڑ اور چیڑ کے درخت ہیں جو ملک کی بڑی دولت ہیں ان کے علاوہ چھانگا مانگا اور

چیچہ وطنی میں بھی جنگلات ہیں۔ یہ جنگلات ضلع ساہیوال میں واقع ہیں۔ چھانگا مانگا میں کیکر، شیشم اور شہتوت کے درخت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جنگل کے بالکل بیچ میں ایک نہر بھی بہتی ہے۔ ان کے علاوہ ایک جنگل وان بچران تھل میں بھی ہے۔ سندھ کے نچلے حصے میں بھی جنگل ہیں، جہاں شیشم اور ببول پیدا ہوتی ہے۔ سندھ کے بعض علاقوں میں ببول کی پیداوار بڑھائی جارہی ہے تاکہ اس سے لاکھ حاصل کی جاسکے۔

بلوچستان میں بارش کم ہوتی ہے۔ یہ علاقہ زیادہ تر پتھریلا ہے، اس لیے یہاں جنگلات زیادہ نہیں ہیں۔ مگر خشک لکڑی کے کچھ جنگلات ہیں۔ وہاں چلغوزہ اور بادام کے درخت ہیں۔ میدانی علاقوں میں سڑکوں، ریلوے لائنوں، دریاؤں کے کنارے اور کھیتوں کی حدود پر شیشم اور کیکر کے درخت بکثرت ہیں۔ جن علاقوں میں بارش نہیں ہوتی وہاں جھاڑیاں ور گھاس پیدا ہوتی ہے۔ یہ علاقے مویشیوں کی چراگاہوں کے طور پر کام آتے ہیں۔ بلوچستان، صوبہ سرحد، سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں اس قسم کی چراگاہیں ہیں۔

جنگلات کے فوائد

جنگلات سے ملک کو بڑے فائدے ہوتے ہیں اُن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ شیشم اور دیودار کی لکڑی سے فرنیچر بنایا جاتا ہے اور یہ عمارت اور گھر کے سامان کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ خراب قسم کی لکڑی گھروں میں جلانے کے کام آتی ہے۔

۲۔ جنگلات کی دوسری قسم کی لکڑی سے کاغذ، دیا سلائی، پلائی وڈ، ہارڈ بورڈ وغیرہ بنائے جاتے ہیں جو ہماری روزانہ ضرورت کی چیزیں ہیں۔

۳۔ کیکر کی لکڑی کی چھال سے چمڑا رنگا جاتا ہے۔ شہتوت کی لکڑی سے کھیلوں کا سامان بنایا جاتا ہے۔ بعض دوسرے درختوں اور جھاڑیوں کی جڑیں اور چھال وغیرہ دوائیں بنانے کے کام آتی ہیں۔ چیڑ کے تیل سے گندہ بیروزہ اور تارپین بنایا جاتا ہے۔

۴۔ جنگلات کی جھاڑیوں اور چراگاہوں میں گائے، بھینس، بھیڑ، بکری اور اونٹ پالے جاتے ہیں۔

۵۔ درختوں اور جھاڑیوں کی جڑیں زمین کے اندر پھیل جاتی ہیں اور زمین کو مضبوطی

سے پکڑ لیتی ہیں۔ اس وجہ سے زیادہ بارش ہونے پر بھی وہ مٹی اور پانی کو روکے رکھتی ہیں۔ اس طرح زمین خراب ہونے سے بچ جاتی ہے اور اس پر اچھی طرح کاشت ہوتی ہے۔

ان فوائد سے ظاہر ہے کہ جنگلات ملک کی ترقی کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کے رقبے میں اضافہ کیا جائے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ کسی ملک کی ضروریات پوری کرنے کے لیے زمین کے تقریباً ایک چوتھائی حصّے میں جنگلات ہونے چاہئیں۔ ہمارے ملک میں جنگلات ہماری ضروریات سے بہت کم ہیں اس لیے محکمۂ جنگلات نے نئے درخت لگانے کے انتظامات کیے ہیں۔ دریاؤں، سڑکوں اور ریلوے لائنوں کے کنارے درخت لگائے گئے ہیں۔

ہفتۂ شجر کاری

برسات اور بہار کے موسم میں حکومت درخت لگانے کے ہفتے مناتی ہے اور لاکھوں نئے درخت لگائے جاتے ہیں تاکہ جتنے درخت کاٹے جائیں اتنے ہی اور لگ جائیں اور ملک میں لکڑی کی کمی نہ ہو۔ اس کو کامیاب بنانے کے لیے محکمۂ جنگلات لوگوں کی رہبری کرتا ہے اور کھاد اور جراثیم مارنے کی دواؤں کے استعمال کی ترکیب بھی بتاتا ہے۔ پودے بھی مفت دیے جاتے ہیں۔ درخت ملک کی دولت ہیں ان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے اور نہ بلا ضرورت کاٹنا چاہیے۔ بلکہ گھروں میں گنجائش ہو تو وہاں بھی پھل دار اور سایہ دار درخت لگائے جائیں۔ درختوں سے ہوا صاف اور خوشگوار ہوتی ہے۔

زرعی پیداوار

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ یہاں کی آبادی کا ۷۵ فی صد حصہ دیہات میں رہتا ہے اور کاشتکاری کا کام کرتا ہے۔ ہمارے ملک کا مغربی علاقہ پتھریلا ہے لیکن مشرقی حصہ زیادہ تر میدانی علاقہ ہے۔ اسی میدان میں دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا بہتے ہیں۔ دریاؤں کے درمیانی علاقوں میں نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ زمین زرخیز ہے اس لیے یہ علاقے زرعی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔

پاکستان میں زراعت زیادہ تر پرانے طریقوں سے ہوتی ہے۔ مگر حکومت زرعی ترقی کے لیے بہت کوشش کر رہی ہے۔ نئی قسم کی کھاد، ٹریکٹر اور دیگر مشینوں کے استعمال کی ہمت افزائی
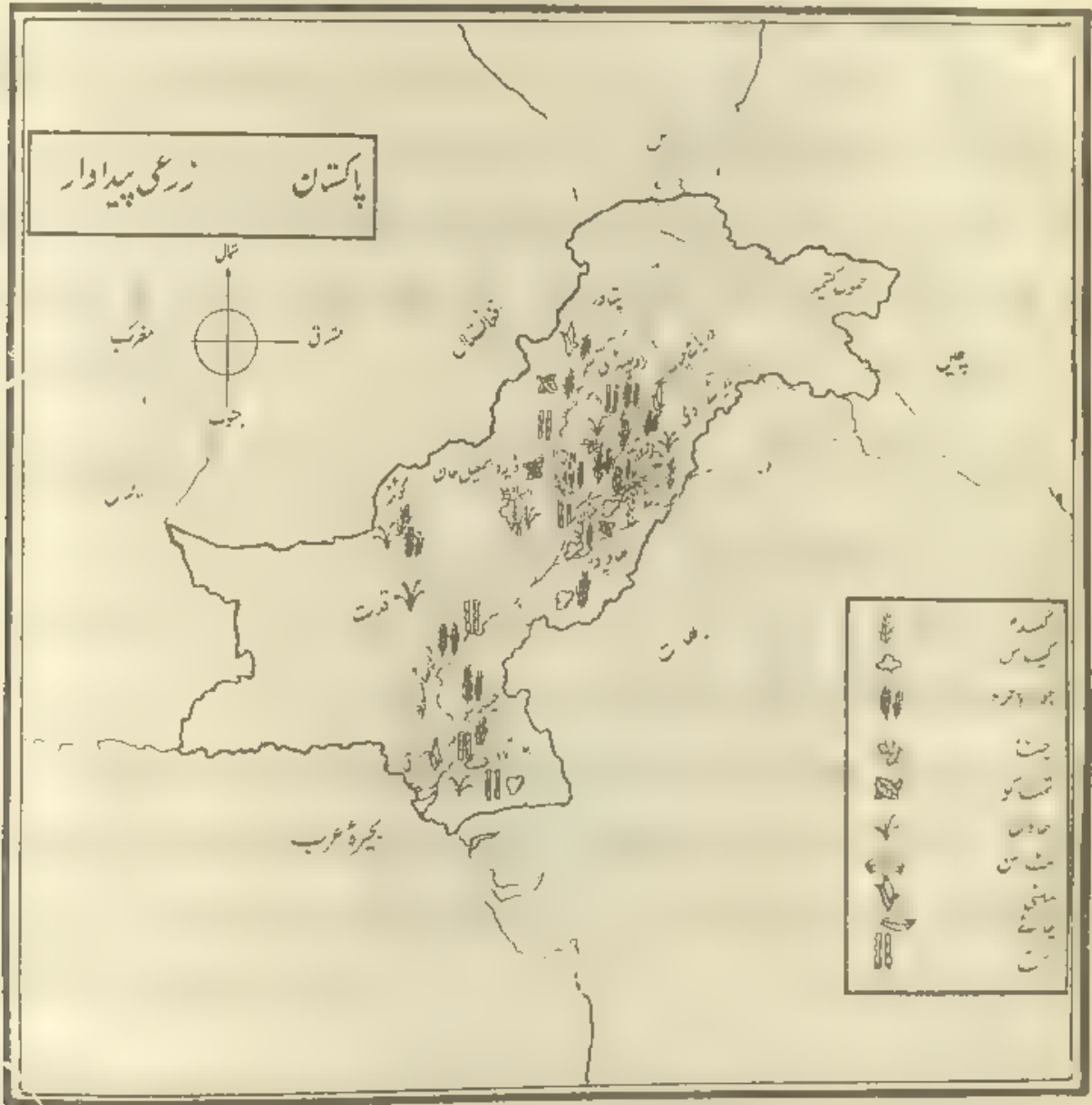
کر رہی ہے۔ کسانوں کی مالی حالت درست کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے امداد دی جا رہی ہے اس سے خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔

ربیع و خریف

ہمارے ملک میں فصلیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک خریف دوسری ربیع۔ گرمی کے موسم

میں جو فصلیں بوئی جاتی ہیں وہ خریف کی فصل کہلاتی ہیں۔ ان فصلوں میں خاص طور پر چاول، باجرا، جوار، گنا اور روئی شامل ہیں اور جو فصلیں جاڑے کے موسم میں بوئی جاتی ہیں وہ ربیع کی فصل کہلاتی ہیں ان فصلوں میں گیہوں، جو، چنا، سرسوں وغیرہ شامل ہیں۔ دونوں فصلوں کی پیداوار مندرجہ ذیل ہیں۔

گیہوں

گیہوں پاکستان کا بہت اہم اناج ہے اور یہاں کے لوگوں کی عام خورک ہے۔ اکتوبر، نومبر میں جب سردی شروع ہوتی ہے تو گیہوں بویا جاتا ہے اور اپریل، مئی میں اس کی کٹائی کی جاتی ہے۔ زیادہ گیہوں صوبۂ پنجاب اور صوبۂ سندھ میں ہوتا ہے۔ تھوڑی مقدار میں سرحد میں بھی ہوتا ہے۔ حکومت پوری کوشش کررہی ہے کہ جدید طریقے اپنا کر اتنی گندم پیدا کی جائے جو ملکی ضروریات کے لیے کافی ہو۔

چاول

چاول گرم موسم میں پاکستان کے ایسے علاقوں میں پیدا ہوتا ہے جہاں نہری پانی خوب ملتا ہے۔ سندھ کے میدان اور پنجاب کے کئی علاقوں میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ پاکستان کا باسمتی چاول بڑا خوشبودار اور اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے اور ملک کی ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے س لیے زرمبادلہ حاصل کرنے کے لیے حکومت اس کو کسانوں سے خرید کر دوسرے ملکوں کو برآمد کرتی ہے۔

کپاس

کپاس پاکستان کی نقدی کی فصل کہلاتی ہے نقدی کی فصل اس پیداوار کو کہتے ہیں جو کھانے کے کام نہیں آتی اس کو فروخت کرکے ہم رقم حاصل کرتے ہیں۔ کپاس کو چاندی کا ریشہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو باہر کے ملکوں میں فروخت کرکے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ یہ وادیٔ سندھ کے نہری علاقوں میں بوئی جاتی ہے۔ ملک کے اندر کپڑے کے کارخانوں میں استعمال ہوتی ہے۔ باقی

برآمد کی جاتی ہے۔

گنّا

جن علاقوں میں نہری پانی ملتا ہے وہاں گنّے کی کاشت ہوتی ہے۔ پشاور، مردان، ملتان، فیصل آباد اور سندھ کے تمام ضلعوں میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ گنّے سے شکر بنائی جاتی ہے اس لیے جن علاقوں میں گنا پیدا ہوتا ہے وہاں شکر بنانے کی فیکٹریاں قائم کی گئی ہیں۔ مردان میں شکر بنانے کا کارخانہ سب سے بڑا ہے اور بھی کئی کارخانے ملک میں قائم کیے گئے ہیں۔

تیل نکالنے کے بیج

خاص خاص تیل نکالنے کے بیج سرسوں، رائی اور تِل ہیں جن کی کاشت ان علاقوں میں کی جاتی ہے جہاں نہری پانی خوب ملتا ہے۔ ان بیجوں سے جو تیل نکالا جاتا ہے وہ کھانا پکانے، اچار بنانے اور کہیں کہیں چراغ جلانے کے کام آتا ہے۔ مونگ پھلی اور بنولے کا تیل بناسپتی گھی بنانے کے کام آتا ہے۔

سبزیاں

ان زرعی پیداوار کے علاوہ ہمارے ملک میں سبزیاں بھی کثرت سے اُگائی جاتی ہیں جو ہماری روز مرہ خوراک کا اہم حصّہ ہیں۔ ملک میں گائے، بیل اور بکریاں کافی تعداد میں نہ ہونے کی وجہ سے ہفتے میں دو روز گوشت کا ناغہ ہوتا ہے۔ ان دنوں زیادہ تر سبزیاں ہی کھائی جاتی ہیں۔ سبزیوں کی کاشت کی طرف بھی خاص توجہ دی جارہی ہے۔ پتھریلا اور بنجر علاقہ چھوڑ کر ملک میں ہر جگہ سبزیاں اگائی جاتی ہیں جو ہماری روز مرہ کی خوراک کا اہم حصّہ ہیں۔ ہماری خاص سبزیاں آلو، ٹماٹر، چقندر، گاجر، مٹر، گوبھی، لوکی، ترئی، بھنڈی، مولی اور پالک ہیں۔ سبزیاں اُگانا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ اِن کے لیے زیادہ رقم اور زمین کی ضرورت نہیں ہوتی اِن کی گھر میں بھی کاشت کی جاسکتی ہے۔ جہاں گنجائش ہوتی ہے لوگ چھوٹی چھوٹی کیاریاں بناکر سبزیاں اُگا لیتے ہیں۔ سبزیاں صحت قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔

پھل

ہمارے ملک میں مختلف قسم کے پھل کافی تعداد میں پیدا ہوتے ہیں ۔ کراچی سے پشاور تک جگہ جگہ پھلوں کے باغ لگے ہوئے ہیں ان باغوں میں مالٹا ، آم ، کینو ، امرود ، کیلا ، سیب اور ناشپاتی وغیرہ ہوتے ہیں اس کے علاوہ سندھ میں نہایت اعلیٰ قسم کا آم اور کیلا بکثرت ہوتا ہے ۔ انگور ، سیب ، بادام ، خوبانی اور اخروٹ صوبۂ سرحد اور بلوچستان میں پیدا ہوتے ہیں ۔ ان کو ملک کے دوسرے علاقوں میں بھیجا جاتا ہے ۔ پنجاب میں کینو ، آم اور مالٹوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں ۔ وہاں پھلوں کے رس بھی تیار کیے جاتے ہیں ۔ اس کا ایک کارخانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ (پنجاب) میں ہے یہ کارخانہ مختلف قسم کے پھلوں کا رس خوبصورت بوتلوں میں بند کرکے ملک کے ہر حصے میں بھیجتا ہے ۔

سوالات

۱ قدرتی وسائل سے کیا مراد ہے ؟

۲ جنگلات کے کیا فائدے ہیں ؟

۳ پاکستان کی خاص خاص زرعی پیداوار کیا ہے ؟

عملی کام

۱ اہم زرعی پیداوار کے چند نمونے جمع کرکے گوند سے کاپی پر چپکائیں ۔

۲ ان مقامات کے نام لکھیے جہاں بڑے جنگلات ہیں ۔

چھٹا باب

معدنی پیداوار

زمین کو کھود کر جو تیل ، کوئلہ ، لوہا اور مختلف قسم کی دھاتیں نکالی جاتی ہیں ان کو معدنیات کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں لوگوں کو یہ علم نہ تھا کہ ملک کے کون سے حصّے میں معدنیات موجود ہیں لیکن اب سائنس کی مدد سے یہ کام آسان ہوگیا ہے ایسی مشینیں تیار ہوگئی ہیں جن کی مدد سے زمین گہری کھودنے اور معدنیات نکال کر صاف کرنے میں بہت سہولت ہوگئی ہے اس لیے ہر ایک ملک اپنی معدنیات کے ذخیروں کو معلوم کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہا ہے ۔ ہمارے ملک میں بھی برابر کوشش ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت جن معدنیات کا پتا لگا ہے ان میں قدرتی گیس ، تیل ، کوئلہ ، لوہا ، شیشے کی ریت ، سنگ مرمر ، کرومائیٹ اور جپسم شامل ہیں ۔ آیئے دیکھیں ہم اپنی معدنیات کو کس طرح استعمال کرتے ہیں ۔

کوئلہ

کوئلے کے ذخیرے صوبۂ سرحد میں گل خیل ، پنجاب میں مکڑوال ، بلوچستان میں ڈگی ، ہرنائی ، شارگ ، مچھ ، ڈگاری ۔ سندھ میں لاکھڑا ، جھمپیر ، کھانوٹ ، میٹنگ میں ہیں۔ یہ کوئلہ لکڑی کے کوئلے سے مختلف ہوتا ہے ۔ اسے اینٹوں کی شکل میں جما کر استعمال کیا جاتا ہے ۔

قدرتی گیس

۱۹۵۲ء میں بلوچستان میں سوئی کے مقام پر تیل کے ذخیرے معلوم کرنے کے لیے

کھدائی کی گئی وہاں تیل کی بجائے قدرتی گیس نکل آئی۔ اس کے علاوہ بڑین، ڈھلیاں ضلع اٹک، ہرکھان، ڈھوڈک، ڈیرہ غازی خان اور ضلع جہلم میں بھی دریافت ہوئی ہے۔ یہ گیس ایندھن کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ کارخانوں میں بجلی کے بجائے گیس سے انجن چلائے جاتے

پاکستان ۔ معدنیات

ہیں۔ کراچی، فیصل آباد، لاہور اور ملتان کے کارخانے زیادہ تر گیس سے چل رہے ہیں۔ پاکستان کے صنعتی علاقوں میں بھی گیس پہنچا دی گئی ہے۔ سکھر اور ملتان میں گیس سے بجلی پیدا کی جاتی ہے اور ملتان میں زراعت کے لیے کھاد بھی گیس کی مدد سے بنائی جاتی ہے۔ گھروں میں بھی لکڑی اور کوئلے کی بجائے استعمال ہوتی ہے۔ گیس بجلی کے مقابلے میں سستی

ہے۔ غرضیکہ پاکستان کے لیے یہ قدرت کا بہت بڑا تحفہ ہے۔

معدنی تیل

ہمارے ملک میں تیل کی پیداوار ہماری ضروریات سے کم ہے۔ اس وقت اٹک، بدین اور جہلم کے ضلعوں میں تیل کے کئی کنوئیں ہیں۔ ماہروں کا خیال ہے کہ پاکستان میں تیل کے ذخیرے موجود ہیں۔ اس لیے نئے کنوئیں کھود کر تیل کی تلاش جاری ہے اور غیر ملکی ماہرین کی مدد بھی حاصل ہے۔ ہمارے ملک میں تیل صاف کرنے کے کارخانے کراچی، ملتان اور راولپنڈی میں لگائے گئے ہیں۔ جہاں تیل صاف کر کے پٹرول بنایا جاتا ہے۔

نمک

نمک ہماری روزانہ کی استعمال کی چیز ہے اس کی سب سے بڑی کان کھیوڑہ میں ہے۔ پنجاب میں اس پہاڑی کا نام کوہستان نمک رکھ دیا گیا ہے جہاں نمک ملتا ہے۔ کرک اور کالاباغ میں بھی نمک کی کانیں ہیں اس کے علاوہ ماری پور میں سمندر کا پانی خشک کر کے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

لوہا۔ کرومائیٹ

لوہا، کالاباغ، چترال اور چاغی (بلوچستان) میں ملتا ہے۔ مگر یہ لوہا اچھی قسم کا نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں کرومائیٹ دھات بلوچستان میں ملتی ہے۔ یہ دھات رنگ بنانے، فوٹوگرافی اور فولاد بنانے کے کام آتی ہے۔ ہمارے ملک میں فولاد کا ایک کارخانہ پپری کے مقام پر کراچی کے قریب لگایا گیا ہے جو عنقریب ملک کی فولاد کی ضرورت کو پورا کرنے میں مدد دے گا۔

جپسم اور دیگر دھاتیں

یہ یک قسم کا پتھر ہوتا ہے جو سیمنٹ اور کھاد بنانے کے کام آتا ہے۔ چونے کے پتھر سے بھی سخت ہوتا ہے۔ جپسم میانوالی، جہلم، ڈیرہ غازی خان، کوئٹہ، سبی، کوہاٹ، دادو اور سانگھڑ

میں پایا جاتا ہے ۔ ہمارے یہاں شیشے کی ریت خیرپور اور حیدرآباد میں ۔ سنگ مرمر مردان، سوات، چا غی، کارچٹا پہاڑ اور صوابی میں ملتا ہے۔ ان کے علاوہ گندھک کے ذخیرے بھی ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

پن بجلی

پاکستان میں کوئلے اور معدنی تیل کی کمی ہے ۔ اس لیے بجلی پیدا کرنے کے لیے پانی کی قوت استعمال کی جاتی ہے۔ جو بجلی پانی کی مدد سے حاصل کی جاتی ہے اس کو پن بجلی کہتے ہیں۔ جہاں دریا کا پانی کافی اونچائی سے نیچے تیزی سے گرتا ہے اس کو آبشار کہتے ہیں ۔ آبشار کے پانی کو نلوں کے ذریعے نیچے لگی ہوئی چرخیوں پر ڈالا جاتا ہے جس کے ساتھ بجلی تیار کرنے والی مشین لگی ہوتی ہے۔ پانی کے زور سے چرخیاں گھومنے لگتی ہیں اور بجلی پیدا کرتی ہیں چونکہ ہمارے ملک میں دریاؤں میں قدرتی آبشار نہیں ہیں اس لیے دریاؤں اور نہروں پر بند باندھ کر پانی جمع کیا جاتا ہے اور پھر پانی کو اونچائی سے گرا کر بجلی بنائی جاتی ہے ۔ ملک میں پن بجلی کئی جگہ پیدا کی جاتی ہے ۔ جس میں وارسک، مالاکنڈ، درگئی، رسول، نندی پور، شادی وال، منگلا اور تربیلا بند شامل ہیں۔ ان مقامات سے بجلی پیدا کرکے ملک کی بجلی کی ضرورت پوری کی جارہی ہے۔

سوالات

۱ ـــــ پاکستان کی خاص خاص معدنیات کیا ہیں ؟

۲ ـــــ پن بجلی کیسے پیدا ہوتی ہے ؟

۳ ـــــ پاکستان میں پن بجلی کہاں کہاں پیدا ہوتی ہے ؟

عملی کام

۱ ـــــ پاکستان میں جو دھاتیں ملتی ہیں ان میں سے جو آپ کو مل سکیں ان کے نمونے جمع کریں۔

۲ ـــــ پاکستان کے نقشے میں وہ مقامات دکھائیں جہاں گیس، کوئلہ اور نمک ملتا ہے۔

۳ ـــــ پاکستان میں تیل صاف کرنے کے کارخانے کہاں کہاں ہیں۔

ساتواں باب

پاکستان کی صَنعت وحِرفت

پاکستان کی صنعتوں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک بڑی صنعتیں جو فیکٹریوں، کارخانوں اور ملوں کے ذریعے چلائی جاتی ہیں۔ ان میں بڑی بڑی مشینوں سے کام لیا جاتا ہے اور سیکڑوں، ہزاروں محنت کش یک جا ہو کر کام کرتے ہیں۔ صنعتوں کی دوسری قسم گھریلو صنعتیں یا دستکاریاں ہیں۔ یہ ہمارے ملک کے کاریگر اپنے گھروں یا چھوٹے چھوٹے احاطوں میں کام کر کے بناتے ہیں۔ ن صنعتوں میں ہاتھ سے یا ہاتھ سے چلانے والے اوزاروں کی مدد سے چھوٹے پیمانے پر مصنوعات تیار کی جاتی ہیں جب کہ بڑے کارخانوں میں مشینوں کو بجلی در گیس وغیرہ سے چلایا جاتا ہے اور بڑے پیمانے پر سامان تیار کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی خاص خاص صنعتیں ذیل میں درج ہیں:۔

سوتی کپڑا بنانے کے کارخانے

پاکستانی صنعتوں میں سب سے زیادہ ترقی سوتی کپڑا بنانے کی صنعت نے کی ہے۔ پاکستان میں چھی قسم کی کپاس پیدا ہوتی ہے اس لیے س صنعت کو ترقی کرنے میں مدد ملی۔ ہمارے ملک میں کپڑا ہماری ضرورت سے زیادہ تیار ہوتا ہے۔ فاضل کپڑا بیرون ملک بھیج کر فروخت کیا جاتا ہے ور زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ کپڑے کے بڑے بڑے کارخانے کراچی، ملتان، فیصل آباد، روالپنڈی، کوہاٹ، نوشہرہ، لاہور، لارنس پور، حیدرآباد، خیرپور، اٹک اور کوئٹہ میں ہیں ان کے علاوہ کپڑے کے چھوٹے کارخانے اور بھی کئی جگہ ہیں۔

اونی کپڑا بنانے کے کارخانے

جب پاکستان بنا تو ملک بھر میں اونی کپڑے کا ایک بھی کارخانہ نہیں تھا لیکن اب اونی کپڑ

بنانے کے کئی کارخانے سرگودھا، جوہرآباد، رحیم یار خان ڈکاڑہ، فیصل آباد اور کوئٹہ میں کام کر رہے ہیں۔ ان میں خاص طور سے ہرنائی، بنوں، جھنگ، ورنس پور، قائد آباد اور کراچی مشہور ہیں۔

ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے

کراچی، لاہور، گوجرانوالا، فیصل آباد، ملتان، سکھر اور حیدرآباد میں ریشمی کپڑا تیار کرنے کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

شکر بنانے کے کارخانے

پاکستان میں شکر بنانے کے کارخانے بھی قائم کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے مشہور شکر کا کارخانہ صوبۂ سرحد کے شہر مردان میں ہے جو ایشیا میں شکر کا سب سے بڑا کارخانہ ہے۔ اس کے علاوہ صوبۂ سرحد میں تخت بائی، خزانہ، نوشہرہ، چارسدہ اور سرائے نورنگ کے مقامات پر شکر کے کارخانے ہیں۔ صوبۂ پنجاب میں جوہرآباد، فیصل آباد، رہوالی، چشتیاں، جھنگ، منڈی بہاء الدین پسرور، پتوکی، دریاخاں اور لیہ میں شکر کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

سندھ میں بدین، تلہار، گھوسکی، ٹنڈو محمد خان، ٹنڈو الہیار، شیخ بھرکیو، جھوک شریف، ٹھٹہ، میرپور خاص، نواب شاہ، شاہ پور جہانیاں، رانی پور، پیارو گوٹھ اور نئو ڈیرو میں بھی چینی کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شہروں میں شکر کے کارخانے اس وقت تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

سیمنٹ کے کارخانے

سیمنٹ بنانے کے لیے چونے کے پتھر اور جن دوسری اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے وہ پاکستان میں افراط سے ملتی ہیں اس لیے اس صنعت نے بھی پاکستان میں خاصی ترقی کی ہے۔ سیمنٹ کے کارخانے کراچی، حیدرآباد، روہڑی، داؤدخیل، واہ (راولپنڈی)، ٹھٹہ، ہری پور ہزارہ، ڈنڈوت (جہلم)، نظام پور، چراٹ (نوشہرہ) اور کوہاٹ میں لگائے گئے ہیں۔

شیشہ سازی کے کارخانے

پاکستان میں شیشہ ریت ملتی ہے اس لیے اس صنعت کو کافی ترقی ہوئی ہے۔ شیشہ سازی کا سب سے بڑا کارخانہ حیدرآباد میں ہے اور چھوٹے کارخانے کراچی، لاہور، ملتان، حسن ابدال، نوشہرہ اور جہلم میں ہیں۔

دیگر کارخانے

بناسپتی گھی کے کارخانے فیصل آباد، پشاور، کوئٹہ اور حیدرآباد میں ہیں۔ دیا سلائی بنانے کے کارخانے لانڈھی (کراچی) شیخوپورہ اور صوبۂ سرحد میں ہیں۔ دوا سازی کے کارخانے کراچی اور لاہور میں، پلاسٹک کی چیزیں بنانے کے کارخانے بھی لاہور اور کراچی میں ہیں۔ ربڑ کی اشیاء، ٹائر، ٹیوب بنانے کے کارخانے کراچی، لاہور اور سیالکوٹ میں ہیں۔ پٹرولیم صاف کرنے کے کارخانے کراچی، ملتان اور راولپنڈی میں ہیں۔ لوہے کا سامان تیار کرنے کے کارخانے بھی لاہور اور کراچی میں ہیں۔ کاغذ اور گتہ بنانے کے کارخانے چارسدہ، نوشہرہ، لاہور، رہوالی اور شیخوپورہ میں ہیں۔ کھاد بنانے کے کارخانے شیخوپورہ، داؤدخیل، ملتان، فیصل آباد، جڑانوالا، ڈہرکی، ماچھی گوٹھ، میرپور ماتھیلو اور ہری پور میں قائم ہیں۔

بسکٹ بنانے کے کارخانے حیدرآباد، ساہیوال، لاہور، سکھر اور کراچی میں ہیں۔

ان تمام کارخانوں کے علاوہ ایک فولاد کا کارخانہ پپری کراچی میں قائم کیا گیا ہے۔ یہ پاکستان کا فولاد کا سب سے بڑا کارخانہ ہے اس کے مکمل ہونے کے بعد پاکستان کی صنعتوں کے لیے بھاری مشینیں اور ملک کی دوسری ضروریات پوری ہوسکیں گی۔

چند خاص گھریلو دستکاریاں

گھریلو دستکاریوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

چمڑے کا سامان

جوتے، چمڑے کے بکس، چپل، گھوڑے کی زین وغیرہ پشاور، کوئٹہ، کراچی، ملتان، لاہور

اور سیالکوٹ میں تیار کیے جاتے ہیں۔

دھات کا کام

ٹرنک، برتن، تجوریاں وغیرہ گوجرانوالہ اور لاہور میں تیار ہوتے ہیں۔ لوہے کی الماریاں اور کرسیاں بھی گوجرانوالہ میں بنتی ہیں۔ چاقو، چھریاں وغیرہ وزیر آباد میں بنتی ہیں۔ کھیل کا سامان اور آلاتِ جراحی سیالکوٹ میں بنتے ہیں۔ مٹی کے نہایت خوبصورت برتن گجرات، بہاولپور اور ملتان میں بنتے ہیں۔ ان پر اعلیٰ قسم کا روغن ہوتا ہے۔ یہاں ہاتھی دانت کا کام بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔

ان سامان کے علاوہ قالین، دریاں، اونی کمبل، شال، زردوزی اور پھول کاری کا کام بھی گھریلو دستکاریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ سب سامان پاکستان کے قریب قریب ہر علاقے میں تیار ہوتا ہے۔ گھریلو دستکاریوں کے لیے زیادہ تر خام مال ملک کے اندر ہی حاصل ہوجاتا ہے۔ بہت سا تیار شدہ سامان اب بیرون ملک بھی بھیجا جاتا ہے جو وہاں بہت پسند کیا جاتا ہے۔

سوالات

۱۔۔۔ صنعتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

۲۔۔۔ بھاری صنعتوں اور گھریلو دستکاریوں میں کیا فرق ہے؟

۳۔۔۔ پاکستان کی چند صنعتوں کے نام لکھیے؟

۴۔۔۔ پانچ گھریلو دستکاریوں کے نام بتائیے؟

عملی کام

۱۔۔۔ اگر آپ کے علاقے میں کوئی چھوٹی یا بڑی صنعت کا کارخانہ ہو تو اپنے مدرس کے ہمراہ اسے دیکھنے جائیے اور جو کچھ وہاں دیکھیں واپسی پر اس کا پورا حال لکھیں۔

۲۔۔۔ ایک چارٹ بنائیے جس میں ایک طرف مختلف صنعتوں کے نام لکھیے۔ اور ان کے سامنے ان مقامات کے نام لکھیے جہاں وہ صنعتیں قائم ہیں۔

آٹھواں باب

آبادی اور مردم شماری

آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان کی زمین اور آب و ہوا پورے ملک میں ایک سی نہیں۔ کہیں پہاڑی علاقہ ہے تو کہیں میدان ہیں۔ کہیں دریا ہیں تو کہیں کنوئیں اور نل سے پانی نکالنا مشکل ہے۔ اس فرق کی وجہ سے آبادی بھی ہر جگہ ایک سی نہیں ہے۔ کہیں زیادہ اور کہیں کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ زیادہ تر ایسی جگہ آباد ہوتے ہیں جہاں کی آب و ہوا اچھی ہو۔ زمین زرخیز ہو۔ پانی دستیاب ہو اور قدرتی وسائل موجود ہوں۔ برخلاف اس کے پہاڑی یا بنجر علاقوں میں نہ پیداوار ہوتی ہے نہ زندگی کی ضروریات کی دوسری چیزیں میسّر ہیں۔ اس لیے ان علاقوں میں آبادی کم ہوتی ہے۔ ملک کا مشرقی حصّہ زیادہ تر میدانی ہے دریاؤں اور نہروں سے سیراب ہوتا ہے۔ زمین زرخیز ہے۔ یہاں لوگوں کو روزی کمانے کے بہت زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ اس لیے ان علاقوں کی آبادی زیادہ ہے مگر ملک کا مغربی حصّہ جس میں بلوچستان شامل ہے زیادہ تر پہاڑی ہے بارش بھی کم ہوتی ہے اس لیے یہاں آبادی کم ہے۔ صوبہ سرحد کا علاقہ بھی پتھریلا ہے لیکن یہاں بہت بڑا بند وَرسک بنادیا گیا ہے۔ جس سے نہریں نکالی گئیں ہیں۔ پھر بھی علاقے کے رقبے کے مدنظر یہاں کی آبادی زیادہ گنجان نہیں ہے۔ پنجاب کا پورا علاقہ سرسبز ہے۔ بارش خوب ہوتی ہے، دریا اور نہروں سے پانی خوب ملتا ہے۔ یہاں ضروریاتِ زندگی آسانی سے میسّر ہیں اس لیے ملک کی زیادہ آبادی اس صوبے میں ہے۔ سندھ کا کچھ علاقہ بنجر ہے مگر باقی علاقے زرخیز ہیں۔ دریائے سندھ کا پانی اور نہریں زمین کو خوب سیراب کرتی ہیں اس لیے یہاں بھی آبادی کافی ہے۔ سندھ کے ساحلی علاقے میں کراچی واقع ہے جو پاکستان کی اہم بندرگاہ ہے اور بڑا صنعتی مرکز ہے۔ ملک کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس شہر میں آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ صنعتی علاقہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں کی

تعداد میں لوگ دوسرے علاقوں سے یہاں آ آکر آباد ہوگئے ہیں۔

مردم شماری

آیئے۔ اب آبادی کے اعداد و شمار دیکھیں۔ ہمارے ملک میں ہر دس سال بعد ملک کے تمام باشندوں کی گنتی کی جاتی ہے۔ سرکاری محکموں کے لوگ گاؤں، گاؤں، گھر گھر جاکر ہر آدمی کا نام عمر، پیشہ اور مذہب وغیرہ لکھتے ہیں ان سب کا میزان کرکے کل آبادی کی تعداد تیار کرتے ہیں۔ اس پورے کام کو مردم شماری کہاجاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہمارے ملک کی موجودہ آبادی ۸،۳۷،۸۲،۰۰۰ ہے۔ ہمارے صوبۂ سندھ کی کل آبادی ۱،۸۹،۶۶،۰۰۰ ہے۔

دیہی اور شہری آبادی

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارا ملک زرعی ہے۔ ہماری زیادہ تر آبادی دیہات میں رہتی ہے اور کاشتکاری کرتی ہے۔ کارخانوں اور ملوں کی وجہ سے شہروں کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ خصوصاً صنعتی علاقوں میں آبادی بہت زیادہ ہوگئی ہے پھر بھی شہری آبادی کا تناسب ملک کی کل آبادی کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

خواندہ اور ناخواندہ آبادی

تعلیم کے لحاظ سے ہماری آبادی کا زیادہ تر حصّہ اَن پڑھ ہے۔ دیہات کی آبادی کی اکثریت اَن پڑھ ہے۔ شہروں میں بھی ایسے لوگوں کی تعداد کافی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ہمارے یہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم ہے۔ حکومت اس طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ ہزاروں اسکول ہر سال کھولے جارہے ہیں۔ دیہات کی طرف خاص توجہ ہے۔ امید ہے کہ آئندہ دس سال میں ہمارے ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوگا۔

مذہب

پاکستان میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں ملک کی آبادی کا ۹۷ فیصد حصّہ مسلمان ہے۔ یہاں کا

سرکاری مذہب اسلام ہے۔ مگر ہمارے آئین میں دوسرے مذاہب کو بھی پوری آزادی ہے۔ سب پاکستانیوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ کم تعداد والے فرقے کو اقلیت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اقلیتوں کی آبادی کم ہے۔ ان کے مذاہب علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں۔ ان میں کچھ لوگ عیسائی ہیں، کچھ لوگ ہندو ہیں۔ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی پاکستان میں رہتے ہیں۔ پارسی مذہب کے پیرو بھی ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور بھی دوسری اقلیتیں ہیں۔ ان سب مذہب کے پیروکاروں اور دوسری اقلیتوں کی تعداد کو یکجا کیا جائے تو ہمارے مُلک کی کل آبادی میں ان کا تناسب صرف ۳ فی صد ہے۔

کاشتکار

ہر شخص کو اپنی روزی کمانے کے لیے کچھ نہ کچھ کام کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں نے مختلف پیشے اختیار کرلیے ہیں۔ دیہات میں سب سے بڑا پیشہ کاشتکاری ہے۔ ہمارے کسان بڑے محنتی ہیں وہ دن رات محنت کرکے ہمارے لیے غلّہ پیدا کرتے ہیں ان کے ساتھ دیہات میں لوہار، کمہار اور جولاہے بھی رہتے ہیں۔ لوہار لوہے کا کام کرتا ہے اور کسانوں کے اوزاروں کی مرمت کرتا ہے۔ کمہار مٹّی کے برتن بناتا ہے اور جولاہا گاؤں کے لوگوں کے لیے کپڑا بُنتا ہے۔

محنت کش

شہروں میں کارخانے اور فیکٹریاں ہوتی ہیں جن میں مشینیں لگی ہوتی ہیں۔ ان میں ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں۔ دیہات سے بہت لوگ آکر یہاں کارخانوں میں کام کرنے لگتے ہیں۔ ان سب کو مزدور یا محنت کش کہتے ہیں۔ شہروں میں لوگ دوسرے پیشے بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً عمارتیں اور فرنیچر بنانا، بسوں اور موٹروں کی مرمت کرنا، جوتے بنانا وغیرہ۔ تعلیم یافتہ لوگ درس وتدریس ڈاکٹری، انجینئرنگ یا وکالت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔

دستکاری

جو لوگ ہاتھ سے اچھے اچھے کام کرتے ہیں ان کو دستکار کہتے ہیں۔ سندھ میں کپڑے پر

شیشے کا کام بہت عمدہ ہوتا ہے۔ لکڑی کو رنگ کر اس پر بڑا خوبصورت کام کیا جاتا ہے بلوچستان میں بھی اس قسم کا کام ہوتا ہے۔ پنجاب میں کاریگر لنگیاں اور کھیس بناتے ہیں۔ لکڑی کا مختلف سامان بناتے ہیں۔ مٹّی کے برتنوں پر روغن کرتے ہیں۔ پشاور میں کلاہ بناتے ہیں اور جوتوں پر زر دوزی کا بہت اچھا کام کرتے ہیں یہ سب لوگ دستکار ہیں۔

ماہی گیری

سمندر کے کنارے کے علاقوں میں لوگوں کا خاص پیشہ مچھلی پکڑنا ہے۔ جس کو ماہی گیری کہتے ہیں۔ یہ لوگ سمندر میں کشتیاں لے جاکر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ہمارے ساحل کے قریب اعلیٰ قسم کی مچھلیاں اور جھینگے بہت ملتے ہیں۔ ماہی گیر لوگ سمندر میں مچھلیاں اور جھینگے پکڑ کر کراچی بندر پر سردخانوں میں رکھ دیتے ہیں اور ان کو فروخت کرکے روزی کماتے ہیں۔

باغبانی اور پھل فروشی

پھلوں کی فروخت اور باغات کی نگرانی بھی ایک پیشہ ہے۔ ہمارے ملک کے زرخیز علاقوں میں باغات کثرت سے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور پھلوں کی فروخت سے بہت لوگ روزی کماتے ہیں بعض لوگ ان کارخانوں میں کام کرتے ہیں جہاں پھلوں کا رس نکالا جاتا ہے یا پھلوں کو ڈبوں میں بند کیا جاتا ہے۔

کان کن

بلوچستان اور پوٹھوہار کے علاقے میں کانیں ہیں جہاں لوہا، کوئلہ اور دوسری معدنیات نکلتی ہیں۔ جو لوگ کانوں میں کام کرتے ہیں ان کو کان کن کہتے ہیں۔ یہ لوگ زمین کے اندر جاکر کانوں میں کام کرتے ہیں۔ کان میں روشنی کرنے کے لیے ان کے سر پر ایسی ٹوپیاں ہوتی ہیں جن میں ٹارچ لگی ہوتی ہے

زبان، لباس اور مختلف صوبوں کے لوگوں کے تعلقات

پاکستان کی قومی زبان اُردو ہے اس لیے ہر پاکستانی اُردو بولنا، پڑھنا اور لکھنا سیکھتا ہے۔ اس

کے علاوہ مختلف صوبوں میں علاقائی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں میں ادب، شاعری اور تاریخ سب کچھ ہے۔ سندھی زبان صوبے کے دفاتر میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ پنجاب کے علاقے میں پنجابی زبان بولی جاتی ہے۔ صوبہ سرحد میں پشتو اور بلوچستان میں بلوچی زبانیں بولی جاتی ہیں۔

لباس

پاکستان کے مختلف صوبوں کے لباس میں تھوڑا سا فرق ہے مگر عام طور پر شہروں میں مرد شلوار اور قمیض پہنتے ہیں۔ ٹوپی کے علاوہ سروں پر صافہ باندھتے ہیں۔ ہر صوبے میں صافہ باندھنے کا ایک علیحدہ مخصوص طریقہ ہے۔ شہروں میں عورتیں عام طور پر شلوار اور قمیض یا ساڑی استعمال کرتی ہیں۔ پارسی عورتیں صرف ساڑی استعمال کرتی ہیں۔ کچھ لوگ مغربی طرز کا لباس استعمال کرتے ہیں۔ چھوٹے شہر اور دیہات میں اس علاقے کا مخصوص لباس پہنا جاتا ہے۔ سندھ میں عورتیں بےحد خوبصورت ریشم اور شیشے کا کام کیے ہوئے ہے کرتے اور اوڑھنی استعمال کرتی ہیں۔ مرد اور عورت کاندھے پر ایک پھول دار چادر ڈالے رکھتے ہیں جس کو اجرک کہا جاتا ہے۔ پنجاب کے دیہات میں مرد عام طور پر شلوار کے بجائے لنگی باندھتے ہیں۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں سرد موسم میں گرم چادر اور گرم ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔ ہر صوبے کے بچے اپنے مختلف لباسوں میں بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔

رہن سہن

پاکستان ایک ملک ہے اور پاکستانی ایک متحد قوم ہے۔ یہاں کے باشندوں کے رہن سہن کے طریقے بھی زیادہ تر یکساں ہیں۔ البتہ علاقائی آب و ہوا، پیداوار اور رسم و رواج کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔ خاص طور پر شہری اور دیہاتی زندگی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ شہروں میں لوگ بڑی بڑی عمارتوں میں رہتے ہیں۔ ان کو موجودہ زمانے کی سب سہولتیں اور آسائشیں میسّر ہیں۔ دیہات میں رہن سہن کا طریقہ اب بھی وہی ہے جو آج سے سیکڑوں سال پہلے تھا۔ حکومت، دیہات میں بھی زندگی کی سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔

ملک میں اہم تہوار، شادی بیاہ کے طریقے اور عبادت کے طریقے مسلمانوں میں یکساں ہیں۔ عید کے موقع

پر پورے ملک میں ایک سی خوشی منائی جاتی ہے۔ شادی کے موقع پر کچھ علاقائی رسموں کے علاوہ نکاح کا مذہبی طریقہ ایک ہی ہے۔ جشنوں اور تقریبات میں خوشی کے مظاہرے اور کھانے بھی ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ علاقائی رہن سہن کے طریقوں میں فرق ہونے کے باوجود پوری قوم اپنے رہن سہن اور طریقِ زندگی میں بہت حد تک یکساں ہے۔

مشہور شہر

پاکستان کے مشہور شہر لاہور، کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد، پشاور، کوئٹہ، ملتان، حیدرآباد اور فیصل آباد ہیں۔

لاہور

لاہور پاکستان کے قدیم شہروں میں سے ہے اور صوبۂ پنجاب کا صدر مقام ہے۔ اس شہر کو مسلمانوں کی حکومت کے زمانے میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں مغل بادشاہوں کے زمانے کی مشہور عمارتیں ہیں جیسے شالامار باغ، جہانگیر کا مقبرہ، شاہی مسجد، شاہی قلعہ، علامہ اقبالؒ کا مزار وغیرہ۔ صنعتی اور تعلیمی مرکز ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ اس شہر میں ایک عظیم بزرگ ہستی کا مزار ہے، جنھوں نے اس شہر میں آکر اسلام کا بول بالا کیا۔ ان کا نام سیّد علی ہجویریؒ ہے۔ مگر عام طور پر داتا گنج بخشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس شہر کی اہمیت یہ بھی ہے کہ فروری ۱۹۷۴ء میں دنیا کے اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس یہیں ہوئی تھی۔

کراچی

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ پہلے کراچی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اب یہ پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔

یہاں کا ہوائی اڈا دنیا کے مشہور ہوائی اڈوں میں سے ہے۔ اس شہر میں پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے ہوٹل ہیں اور عالی شان عمارتیں ہیں جن میں قائد اعظمؒ کا مقبرہ دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ شہر صنعت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ تعلیمی لحاظ سے بھی اس شہر کو خاص

اہمیت حاصل ہے ۔ صوبۂ سندھ کا صدر مقام ہے ۔

راولپنڈی

شہر راولپنڈی نے پاکستان بننے کے بعد کافی ترقی کی ہے یہاں صنعتی کارخانے ہیں اور تیل صاف کرنے کا بھی ایک کارخانہ ہے ۔ یہاں پاکستان کی بری فوج کا ہیڈ کوارٹر ہے ۔ اس شہر میں ایک نہایت اچھا پارک ہے جو نیشنل پارک کہلاتا ہے اور یہ لوگوں کے لیے اچھی تفریح گاہ ہے ۔ یہاں پر ایک ریلوے ورک شاپ اور ریلوے کے ڈبے بنانے کی فیکٹری بھی ہے ۔

اِسلام آباد

راولپنڈی سے ۱۵ کلومیٹر دور مری روڈ پر اسلام آباد ایک انتہائی خوبصورت اور پرفضا علاقے میں واقع ہے ۔ یہ پاکستان کا دارالحکومت ہے اور یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے ۔ تمام شہر جدید طرز پر بنایا جارہا ہے ۔ سرکاری دفتروں کی عمارتیں خاص طور پر خوبصورت اور موجودہ طرز کی ہیں ۔ اسلام آباد میں قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ اوپن یونیورسٹی بھی ہے ۔ اسلام آباد کے ہوائی اڈے کو اب خصوصی اہمیت حاصل ہے ۔ یہاں پاکستانی بحریہ کا ہیڈ کوارٹر ہے ۔

پشاور

پشاور صوبہ سرحد کا صدر مقام ہے ۔ بڑا پرانا اور تاریخی شہر ہے ۔ شہر کے اردگرد بہت سے باغات ہیں جن میں وزیر باغ اور شاہی باغ مشہور ہیں ۔ یہاں کا سب سے بڑا اور مشہور بازار قصہ خوانی بازار ہے ۔ یہاں تین یونیورسٹیاں اور ایک میڈیکل کالج ہے ۔ شہر سے کچھ فاصلے پر درۂ خیبر ہے جس کے راستے سے پرانے وقتوں کے حملہ آور ہندوستان میں آتے تھے ۔ یہ راستہ پاکستان کو افغانستان سے ملاتا ہے ۔

کوئٹہ

صوبہ بلوچستان کا صدر مقام ہے ۔ یہ ایک سرد اور صحت افزا مقام ہے ۔ کوئٹہ پھلوں کی منڈی

ہے۔ بلوچستان کا علیحدہ صوبہ بننے کے بعد کوئٹہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ یہاں ایک یونیورسٹی اور یک میڈیکل کالج بھی ہے۔ ہوائی اڈا بھی ہے۔ کوئٹے سے ایک ریلوے لائن ایران کو جاتی ہے۔ یہاں کا اسٹاف کالج دنیا کی مشہور فوجی درسگاہ ہے۔

ملتان

یہ بھی پاکستان کے پرانے شہروں میں سے ایک ہے۔ اس نے بہت ترقی کی ہے۔ یہاں کے لوگ بہترین کاریگر اور ہنرمند ہیں۔ یہاں کے مٹی کے برتن، لیمپوں کے شیڈ، پھولدان اور لکڑی کے کھلونے خاص طور پر مشہور ہیں۔ یہاں ایک بڑا بجلی گھر اور ایک میڈیکل کالج اور ایک یونیورسٹی بھی ہے۔

حیدرآباد

صوبۂ سندھ کا پرانا اور مشہور شہر ہے۔ یہاں صنعتی کارخانے ہیں۔ یہاں لیاقت میڈیکل کالج، مہران انجینئرنگ یونیورسٹی، زرعی یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی ہے۔ شیشے کے برتن اور چوڑیاں بنانے کی صنعت بہت مشہور ہے۔ یہاں ایک بہت پرانا قلعہ ہے۔ یہ تاریخی مقام ہے۔ کراچی کے بعد صوبہ سندھ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔

فیصل آباد

دریائے راوی اور چناب کے درمیان فیصل آباد کا شہر رچنا دوآبے میں واقع ہے۔ یہ شہر انگریزوں کے دور میں پنجاب کے نہری علاقے میں آباد کیا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف کا علاقہ نہایت زرخیز اور گنجان آباد ہے۔ یہ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ یہاں صنعتوں کا بہت بڑا مرکز ہے۔ کپڑا بننے کے بہت سے کارخانے اور ملیں ہیں۔ اس لیے اس شہر کو پاکستان کا "مانچسٹر" کہا جاتا ہے۔ فیصل آباد کے اردگرد کے علاقوں میں گندم کثرت سے پیدا ہوتی ہے اس لیے اس شہر کو پاکستان کا "دینی پگ" بھی کہا جاتا ہے۔ صنعتی شہر ہونے کے علاوہ یہاں اناج کی بہت بڑی منڈی ہے۔ تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے یہ شہر صوبے کے تمام شہروں سے سڑکوں اور ریلوں کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ ریل اور بسوں کے علاوہ

یہاں ہوائی اڈا بھی ہے ۔ اس شہر کا پرانا نام لائل پور تھا۔ اس کا موجودہ نام شاہ فیصل کے نام پر رکھا گیا ہے ۔ یہاں یک زرعی یونیورسٹی ور میڈیکل کالج بھی ہے ۔

سوالات

۱ــــــ مردم شماری سے کیا مراد ہے ؟

۲ــــــ پاکستان کے لوگوں کے اہم پیشے کون کون سے ہیں ؟

۳ــــــ کراچی اور لاہور کیوں مشہور ہیں ؟

عملی کام

۱ــــــ پاکستان کے نقشے کے خاکے میں ان علاقوں میں رنگ بھریں جہاں آبادی زیادہ ہے ۔

۲ــــــ پاکستان کے کسان ، دستکار ، محنت کش اور ماہی گیر کی تصویریں اخباروں یا رسالوں سے کاٹ کر اپنی کاپی میں چپکائیں ۔

۳ــــــ پاکستان کے مختلف علاقوں کے بچوں کی تصویریں جمع کریں ۔

نواں باب

وطن کی سلامتی

افواہیں پھیلانا

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ ملک کی سلامتی کا خیال رکھے۔ جو کام ملک کی سلامتی کے لیے نقصان دہ ہو اُسے وہ نہ خود کرے اور نہ دوسروں کو کرنے دے۔ افواہیں یا غلط خبریں پھیلنے سے ملک اور قوم کو بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے ملک کے دشمن ہمارے ملک میں طرح طرح کی غلط خبریں پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اگر عام لوگ ان کو صحیح سمجھ کر اثر لے لیں تو ملک کی سلامتی کو خطرہ ہوجاتا ہے۔ امن کا زمانہ ہو تو عوام کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لیے افواہیں پھیلائی جاتی ہیں۔ عوام کے مختلف گروہوں کے درمیان نفرت پیدا کی جاتی ہے تاکہ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ جنگ کے زمانے میں کبھی ایسی افواہیں پھیلائی جاتی ہیں کہ جن سے لوگوں کو اطمینان ہو اور وہ لڑائی کی تیاری سے بے خبر ہوجائیں یا ایسی خوفناک افواہیں پھیلائی جاتی ہیں کہ عوام میں خوف اور ڈر پھیل جائے۔

ملک کے اندر بعض ناسمجھ اور خود غرض لوگ دشمن کی پھیلائی ہوئی افواہوں کا اِدھر اُدھر ذکر کرتے ہیں۔ اس لیے دشمن کی پھیلائی ہوئی خبریں ملک میں پھیل جاتی ہیں اس سے ملک کو بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس لیے اِدھر اُدھر سے اڑائی ہوئی افواہوں پر بالکل توجہ نہ دیجیے۔ جب کوئی خبر ملے تو یہ دیکھیے کہ خبر دینے والا کون ہے اور کیسا آدمی ہے۔ خبر قبول کرنے سے پیشتر یہ اطمینان کرلیجیے کہ خبر صحیح ہے یا دشمن کی اڑائی ہوئی ہے۔ اچھے شہریوں کو چاہیے کہ وہ افواہ پھیلانے والوں کو اس بری عادت سے باز رکھیں اگر ملک قوم یا حکومت کے خلاف کوئی آدمی غلط خبریں پھیلا کر لوگوں کو بہکانا چاہتا ہے تو اس پر ہرگز یقین نہ کیجیے۔ افواہیں پھیلانے والوں

سے ہمیشہ ہوشیار رہیے اور غلط خبریں سن کر کبھی دوسرے کے سامنے نہ دہرائیے۔

بیرونی حملے سے سلامتی اور بچاؤ

ہر شہری کو ملک اور قوم کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔ جب ملک کو باہر سے خطروں کا سامنا ہو تو ملک میں امن و امان ختم ہوجاتا ہے۔ ہر طرف خوف پھیل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں شہری آرام و سکون ختم ہوجاتا ہے۔ ملک کی خوشحالی اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ملک کو بیرونی خطرہ بھی نہ ہو اور ملک کے اندر امن و امان ہو۔ لوگوں میں اتحاد اور اتفاق ہو۔

ملک کی حفاظت اور اس کو بیرونی خطروں سے بچانا تو ہماری فوج کا کام ہے مگر عام شہری اگر اس کام میں ان کا ساتھ نہ دیں تو فوج کے لیے ملک بچانے کا کام مشکل ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ملک کے اندر امن و امان ہو اور لوگوں میں اتحاد ہو تو فوج کا کام آسان ہوجاتا ہے۔ اس لیے ملک کے بچاؤ کے لیے عام شہریوں پر بڑی ذمے داری ہوتی ہے۔ ان کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور محبّت سے پیش آئیں۔ آپس میں اتفاق رکھیں۔ طاقت ور کمزور پر زیادتی نہ کریں، دولت مند لوگ غریبوں کی مدد کریں۔ کاروبار میں ایمانداری سے کام لیں اور ملک کے بچاؤ کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار رہیں۔ خود غرض لوگ ذاتی فائدے کے لیے آئے دن جھگڑے کھڑے کرتے رہتے ہیں یا توڑ پھوڑ کرتے ہیں یا حکومت کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اس کے علاوہ ہر شہری کو شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنا چاہیے تاکہ جنگ کے زمانے میں لوگوں کی مدد ہوسکے۔ لڑائی کے زمانے میں ہر آدمی اپنی اپنی جگہ اگر اپنی ذمے داری پورے طور سے ادا کرے تو ملک کے بچاؤ میں فوج کا کام آسان ہوجاتا ہے۔ اگر ملک کے لوگوں میں اتحاد ہو اور ملک سے محبّت کا جذبہ ہو تو لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ عوام بھی ملک کے بچاؤ کے لیے ایک لوہے کی دیوار کی طرح مضبوط ہوجاتے ہیں۔ جو اس سے ٹکرائے اس کا ہی سر پھوٹے، ان حالات میں دشمن ملک پر حملہ کرنے کا خیال بھی نہیں کرسکتا۔

مسلح افواج

سنہ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان قائم ہوا تو پاکستان کی مسلح افواج کی تعداد بہت کم تھی۔ فوجی

سامان بھی نہیں تھا۔ مگر ملک میں بہادر اور جیالے جوانوں کی کمی نہ تھی رفتہ رفتہ پاکستان کی فوجی طاقت بڑھتی رہی۔ اب پاکستانی فوج کا دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے بچاؤ کا انتظام اتنا مضبوط ہے کہ کوئی دشمن ہماری طرف آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھ سکتا۔

جو محکمہ ملک کے بچاؤ کے لیے ضروری انتظامات کرتا ہے اسے محکمۂ دفاع کہتے ہیں۔ یہ محکمہ وفاقی حکومت کے ماتحت ہے آج کل لڑائی تین محاذوں پر ہوتی ہیں۔ یعنی میدانوں میں فوج لڑتی ہے۔ ہوا میں ہوائی جہازوں کے ذریعے مقابلہ ہوتا ہے اور سمندر میں سمندری بیڑا لڑتا ہے۔ اس طرح فوج کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ پاکستانی افواج کے بھی تین حصّے ہیں۔ (۱) پاکستانی برّی فوج (۲) پاکستانی فضائیہ (۳) پاکستانی بحریہ۔ جو فوج میدان میں لڑتی ہے وہ برّی فوج کہلاتی ہے۔ جو سمندر میں لڑتی ہے وہ بحریہ کہلاتی ہے اور جو فضا میں لڑتی ہے وہ فضائیہ کہلاتی ہے۔

پاکستانی برّی فوج

پاکستانی برّی فوج کا صدر دفتر راولپنڈی میں ہے۔ فوج میں بھرتی، سامانِ جنگ کی تیاری اور خرید وغیرہ فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی اور فوجیوں کی تربیت وغیرہ کا انتظام اسی دفتر سے ہوتا ہے۔ کاکول میں فوجیوں کی تربیت کے لیے اعلیٰ قسم کی اکیڈمی اور کوئٹہ میں اسٹاف ٹریننگ کالج ہے۔ پاکستانی برّی فوج کا سب سے بڑا افسر چیف آف آرمی اسٹاف کہلاتا ہے اور عام طور پر عہدے کے لحاظ سے وہ فوجی جنرل ہوتا ہے۔

پاکستانی فضائیہ

پاکستانی فضائیہ کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ فضائیہ کو ترقی دینا، ہوا بازوں کی بھرتی اور تربیت اور فضائیہ کو لڑائی کے لیے تیار رکھنا اس دفتر کا کام ہے۔ نئے ہوابازوں کی ٹریننگ کا مرکز رسالپور میں ہے۔ فضائیہ کا سب سے بڑا افسر پاکستانی ایئر فورس کا چیف آف ایئر اسٹاف کہلاتا ہے عہدے کا نام ایئر چیف مارشل ہوتا ہے۔ فضائیہ لڑائی کے موقع پر بحری اور برّی فوجوں کی مدد کرتی ہے۔

پاکستانی بحریہ

ہمارا جنگی بحری بیڑہ بہت مضبوط ہے۔ جب سمندر میں لڑائی ہوتی ہے تو فضائیہ بھی

ساتھ دیتی ہے۔ پاکستانی بحریہ نے ۱۹۶۵ء کی لڑائی میں کامیابی حاصل کی تھی۔ پاکستانی بحریہ کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ بحریہ کا سب سے اعلےٰ افسر چیف آف نیول اسٹاف کہلاتا ہے اور اس کا عہدہ ایڈمرل یا امیرالبحر کہلاتا ہے۔

شہری دفاع

پہلے زمانے میں فوجوں کے درمیان لڑائیاں میدانوں میں ہوتی تھیں اور وہیں فتح یا شکست کا فیصلہ ہوجاتا تھا۔ لیکن اب فوجیوں کے ساتھ شہری بھی لڑائی میں پھنس جاتے ہیں۔ ملک کے کارخانے، ریلوں کے پُل، رہائشی مکانات حتیٰ کہ اسکول اور اسپتال تک ہوائی حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ فوج لڑائی کے میدان میں لڑتی ہے اب یہ عوام کی ذمّے داری ہے کہ وہ شہری دفاع میں فوج کا ساتھ دیں۔ شہری آبادی پر حملہ ہو تو زخمیوں کی مدد کریں۔ بموں سے آگ لگ جائے تو اس کو بجھانے کا انتظام کریں۔ لوگوں میں نظم و ضبط رکھیں۔ ہوائی حملے سے بچنے کی ترکیبیں کریں اور دوسروں کو بھی بتائیں۔ اہم مقامات کی حفاظت کریں اور ضرورت کے وقت معمولی ہتھیار بھی استعمال کریں۔ ان سب کاموں کے لیے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے سول ڈیفنس یا شہری دفاع کے نام سے ایک محکمہ قائم ہے، جس کی شاخیں ہر شہر میں ہیں۔ رضاکارانہ طور پر نوجوانوں کو شہری دفاع کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ تربیت امن کے زمانے میں بھی دی جاتی ہے تاکہ جب بھی لڑائی ہو نوجوان شہری دفاع کے لیے تیار ملیں۔ امن کے زمانے میں بھی شہری دفاع کے تربیت یافتہ نوجوان عوام کی خدمت کرسکتے ہیں۔ شہری دفاع کے لیے شہر کو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بانٹ دیا جاتا ہے جن کو سیکٹر کہتے ہیں۔ ہر علاقے میں شہری دفاع کے لیڈر کو وارڈن کہتے ہیں، ان کے اوپر چیف وارڈن ہوتا ہے۔ شہری دفاع کا کام بڑی ذمّے داری کا ہے یہ ادارہ قوم کی بڑی خدمت کررہا ہے۔ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنا چاہیے۔

قومی رضاکار

عام طور پر رضاکار ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بغیر معاوضہ اپنی مرضی سے کوئی خدمت انجام

دیں اور قومی رضاکار وہ لوگ ہیں جو اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر قومی خدمت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ ضروری تربیت بھی حاصل کرتے ہیں یہ ایک قابلِ تعریف جذبہ ہے۔

قومی رضاکاروں کی تربیت کے لیے پولیس کا ایک علیحدہ عملہ ہے جو براہ راست پولیس کے ماتحت ہے۔ قومی رضاکار اسکیم پولیس کی امداد کے لیے بنائی گئی ہے۔ پولیس کی ذمّے داریاں بہت زیادہ ہیں اور عملہ کم ہے۔ جب امن و امان خطرے میں ہو تو پولیس پر کام کا بہت زیادہ دباؤ ہوجاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر یا اسی قسم کی دوسری قومی خدمت کے لیے قومی رضاکار اسکیم پر عمل ہوتا ہے ان لوگوں کو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ وردی بھی دی جاتی ہے۔ شانے پر بجائے "سندھ پولیس" کے پاکستان قومی رضا کار لکھا ہوا ہوتا ہے۔ پولیس کے تمام قاعدوں پر ان کو عمل کرنا پڑتا ہے۔ مگر معاوضہ برائے نام ملتا ہے۔ رضاکاروں کے علاقائی افسر کو ڈسٹرکٹ کمانڈر کہتے ہیں جو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے اس کے ماتحت کمپنی کمانڈر، پلاٹون کمانڈر اور سیکشن کمانڈر ہوتے ہیں جن کے عہدے انسپکٹر، سب انسپکٹر اور اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے برابر ہوتے ہیں۔ قومی رضاکار ملک کی اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مختلف سرکاری محکموں سے تعاون

حکومت انتظامی سہولت کے لیے ملک کے امور کو مختلف شعبوں میں تقسیم کردیتی ہے۔ یہ شعبے وزیروں کے سپرد کیے جاتے ہیں جن کی نگرانی میں مختلف محکمے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں یہ لوگ ہمارے تعاون کے بغیر کام نہیں کرسکتے۔ کچھ لوگ ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ کسان مال گذاری دیتا ہے۔ صنعت کار اپنے نفع میں سے کچھ ٹیکس دیتا ہے۔ یہ سب سرمایہ مل کر قومی خزانہ کہلاتا ہے۔ اگر ہم سب لوگ اپنی ذمّے داریاں پورے طور پر انجام دیں تو حکومت کو ملکی نظام چلانے میں دشواری نہیں ہوگی۔ ہم کو حکومت کے تمام محکموں سے تعاون کرنا چاہیے۔ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمے داریاں پوری کریں۔ مثلاً محکمۂ صحت یہ اپیل کرتا ہے کہ لوگ گندگی نہ پھیلائیں۔ سڑی، گلی چیزیں نہ کھائیں۔ خوراک میں ملاوٹ نہ کریں۔ مُہلک مرض میں مبتلا مریضوں کی اطلاع محکمۂ صحت کو دیں۔ ان سب باتوں میں اگر ہم محکمے سے تعاون کریں تو ظاہر ہے فائدہ ہم کو ہی ہوگا۔ ملک کے قوانین کی

پابندی کرکے ہم پولیس کے محکمے سے تعاون کرسکتے ہیں۔ اس طرح ٹیکس بروقت ادا کرکے محکمۂ مال سے تعاون کرسکتے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو سرکاری محکموں سے تعاون کرکے ہم اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

پولیس سے تعاون

پولیس کا محکمہ شہریوں کی حفاظت کرتا ہے اور چوروں، ڈاکوؤں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دلواتا ہے۔ پولیس کا محکمہ، صوبائی حکومتوں کے تحت ہوتا ہے۔ پولیس کے افسر اعلیٰ کو انسپکٹر جنرل پولیس کہا جاتا ہے۔ اس کے ماتحت افسران اور کانسٹبلوں کا بڑا عملہ ہوتا ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں جرائم کی تفتیش کرتا ہے۔ ٹریفک پولیس سڑکوں پر ٹریفک کی نگرانی کرتی ہے اور ریلوے پولیس، محکمۂ ریلوے میں اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ پولیس عوام کی دوست ہے اور ہر شہری کی حفاظت کرتی ہے ہم کو پولیس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ پولیس کے ساتھ سب سے بڑا تعاون یہ ہے کہ سب لوگ قانون کی پابندی کریں اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے جو ہدایات پولیس دے اس پر عمل کریں۔ نہ خود قانون کی خلاف ورزی کریں اور نہ دوسرے کو کرنے دیں۔ اگر کوئی شہری قانون شکنی کرے تو اس کی اطلاع پولیس کو دیں۔ ملک دشمن لوگوں اور ناجائز کاروبار کرنے والوں کے متعلق جب بھی کچھ معلوم ہو تو پولیس کو مطلع کریں۔ مجرموں کو سزا دلوائیں اور اس کے لیے پولیس کے ساتھ تعاون کریں۔ ٹریفک کے قواعد کی پابندی کریں غرض کہ ہر شہری کو پولیس کے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہیے۔

پاکستان کی سلامتی اور بقا کے لیے طلباء کی خدمتیں

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے وطن سے محبت کرے اور اس کی سلامتی اور بقا کے لیے ہر وقت کوشش کرتا رہے۔ طلباء کو بھی اپنے وطن سے اسی طرح محبت ہوتی ہے جیسے بڑی عمر کے لوگوں کو ہوتی ہے۔ طلباء اور نوجوانوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہمارا ملک کس نظریہ کے تحت قائم ہوا ہے؟ اور اس کی سلامتی

اور ترقی کے لیے وہ کیا کرسکتے ہیں۔ جو بچے پرائمری اسکولوں میں پڑھتے ہیں وہ کل ہائی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہنچیں گے اور کچھ عرصے بعد اپنی قوم کے بزرگوں کی جگہ لے کر اچھے شہری بنیں گے۔ ان کو چھوٹی عمر سے ہی شہری زندگی کو بہتر بنانے کے کاموں میں حصّہ لینا چاہیے۔ مثلاً ہمارے طلباء اپنے گھر اور اسکول اور اپنے کلاس روم کی صفائی کی ذمّے داری لے لیں اور خود یہ کام کریں۔ اپنی گلی کو بھی صاف رکھنے کی کوشش کریں۔ ان باتوں پر معمولی توجہ سے یہ سب مقامات صاف اور ستھرے نظر آنے لگیں گے اور گندگی کے نقصانات سے سب لوگ محفوظ ہوجائیں گے اس کے علاوہ گرمیوں کی چھٹیوں میں یا خالی وقت میں اپنے ہی پڑوس میں یا کسی قریب کے گاؤں میں جاکر ان پڑھ لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں ور علم کی روشنی پھیلائیں۔ جہالت ہماری ترقی کے راستے میں حائل ہے اس کو دور کرنے کے لیے طلباء کی خدمات بڑی کار آمد ثابت ہوسکتی ہیں۔ آج کل کے دور میں سڑکوں پر آمد و رفت بہت زیادہ ہے اس لیے ذرا سی لاپرواہی سے دن میں کتنی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ اس لیے ٹریفک کے اصولوں کو سیکھ کر اور ان پر عمل کرکے ہم بہت سے حادثوں سے بچ سکتے ہیں۔ روزمرّہ کی زندگی میں ہم دن رات سڑکوں پر چلتے رہتے ہیں۔ کئی دفعہ سڑکوں کو پار بھی کرنا پڑتا ہے۔ ٹریفک کے اصولوں کے مطابق ہمیں ہمیشہ فٹ پاتھ پر چلنا چاہیے۔ جہاں فٹ پاتھ نہ ہوں وہاں سڑک کی دائیں جانب چلنا چاہیے۔ بڑے شہروں میں سڑکوں پر ٹریفک کو لال، پیلی اور ہری بتّیوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ جب لال بتّی ہو تو ٹریفک رُک جاتا ہے۔ پیلی بتّی تیار رہنے کی علامت ہے اور ہری بتّی ہونے پر ٹریفک آگے بڑھتا ہے۔ کئی شہروں میں پیدل چلنے والوں کو بھی بتیوں کا خیال کرنا پڑتا ہے۔ اگر بتّی لال ہو تو یہ رُکنے کی علامت ہے اور اگر ہری بتّی ہو تو لوگ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ یہ بتیاں عام طور پر سڑک پار کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جہاں اس قسم کی بتیاں نہ ہوں تو سڑک پار کرنے کے لیے زیبرا کراسنگ پر چلنا چاہیے۔ سڑکوں پر سفید اور کالے رنگ سے بڑی بڑی پٹیاں بنادی جاتی ہیں۔ ان سفید اور کالی پٹیوں والی جگہ کو زیبر کراسنگ کہتے ہیں۔ اگر بتّی لال ہو یا سپاہی نے رُکنے کا اشارہ کیا ہو تو وہاں کاریں وغیرہ زیبرا کراسنگ

سے تھوڑا پیچھے رُک جاتی ہیں۔ اس لیے زیبرا کراسنگ پر چلنا محفوظ ہوتا ہے۔ سڑک پار کرنے سے پہلے اپنی دائیں اور بائیں جانب اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہیے۔ ٹریفک کے اصول اس لیے بنائے گئے ہیں کہ لوگ حادثوں سے بچے رہیں۔ ہمیشہ ٹریفک کے اصولوں کی پابندی کرنا چاہیے اور ان اصولوں کو دوسروں کو بھی سکھانا چاہیے۔ ان اصولوں کی پابندی کرکے ہم اپنے آپ کو اور دوسروں کو حادثوں سے بچا سکتے ہیں۔ جن سڑکوں کے نزدیک ہسپتال ہوں وہاں ہارن بجانا منع ہوتا ہے۔ اسکولوں کے قریب گاڑی آہستہ چلانی چاہیے تاکہ بچّوں کو سڑک پر چلنے یا پار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ پولیس کے محکمے نے ٹریفک کے اصولوں پر ایک کتاب شائع کی ہوئی ہے۔ ہر شہری کا فرض ہے کہ اس کتاب کو پڑھے۔ اسکاؤٹ اور گرل گائیڈ بن کر طلباء اور طالبات، غریبوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کرسکتے ہیں۔ کالجوں میں فوجی تربیت کا انتظام کردیا گیا ہے۔ جوان ہونے پر شہری دفاع کی تربیت اور فوجی ٹریننگ حاصل کریں۔ لڑائی کے زمانے میں متاثر ہونے والوں کے لیے ضروری سامان جمع کریں زخمیوں اور مریضوں کی مدد کرنے کے لیے خون کا عطیہ دیں۔ اس سے اپنی تندرستی بھی خراب نہیں ہوتی اور دوسرے انسانوں کی جانیں بچ جاتی ہیں۔ جوان طلباء کے لیے یہ بڑی اونچی اور قابلِ تعریف قربانی ہے۔ زندہ قوموں کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کا کوئی فرد قوم کے لیے قربانی دینے سے دریغ نہ کرے۔

سوالات

۱۔۔۔۔ افواہیں پھیلانے سے ملک اور قوم کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟

۲۔۔۔۔ پولیس سے تعاون کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۳۔۔۔۔ پاکستان کی سلامتی و بقا کے لیے طلباء کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں

عملی کام

۱۔۔۔۔ پاکستانی فوج کی جو تصویریں اخباروں میں چھپیں۔ ان کو کاٹ کر البم بنائیں۔

۲۔۔۔۔ ٹریفک کے قواعد سیکھیں۔

۳۔۔۔۔ اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن کا پورا پتا اپنی کاپی میں درج کریں۔

دسواں باب

ہمارے ملک کا انتظام

ملک کا آئین

بچو! آپ چاہے کلاس میں ہوں یا کھیل کے میدان میں آپ کو کچھ قاعدوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے ۔ یہ قاعدے آپ کے اسکول کا انتظام صحیح طور پر چلانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اسکول کے باہر بھی ہر ادارے اور محکمے کے انتظام کے لیے قوانین ہوتے ہیں ۔ ہر تحصیل ، ضلع یا ڈویژن کے لیے قوانین موجود ہیں ۔ اسی طرح پورے ملک کے انتظام کے لیے قوانین بنانے کے لیے جو بنیادی اصول بنائے جاتے ہیں ۔ ان کے مجموعے کو ملک کا آئین یا دستور کہتے ہیں ۔ اچھا آئین وہ ہوتا ہے جسے قوم کے نمائندے خود بنائیں ۔ اس میں ہر شخص کے لیے آزادی اور جائز حقوق کی ضمانت ہو اور ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے مددگار ثابت ہو۔

ہمارا وطن پاکستان ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کے انتظام کے لیے قوم کے نمائندوں کو اپنا نیا آئین بنانا چاہیے تھا مگر ۹ برس تک ہمارا آئین نہ بن سکا۔ انگریزوں کا بنایا ہوا پرانا قانون ملک میں جاری رہا ۔ آخر کار جب ۱۹۵۶ء میں ملک کا آئین بنا تو اس پر عمل نہیں ہوا۔ جنرل ایوب خان نے جب حکومت سنبھالی تو اس آئین کو ختم کردیا اور اپنی مرضی کا دوسرا آئین بنایا جو مارچ ۱۹۶۹ء تک نافذ رہا اس آئین کو قوم کے نمائندوں نے نہیں بنایا تھا اس لیے ملک میں جمہوریت قائم نہ ہوسکی ۔ جمہوریت ایسی حکومت کو کہتے ہیں جو عوام کے نمائندوں کے ہاتھ میں قائم ہو۔ جو عوام کی بھلائی کے لیے کام کرے اور جس پر عوام کو بھروسا ہو۔

ملک کا نیا آئین

[illegible]ء میں آئین کی تیاری کا کام ملک کی قانون بنانے والی اسمبلی کے سپرد کیا گیا۔

اس اسمبلی نے اتفاق رائے سے اپریل ۱۹۷۳ء میں ملک کا آئین منظور کیا۔ اس آئین پر اگست ۱۹۷۳ء سے عمل شروع ہوگیا۔

ہمارے ملک کا پورا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے یعنی اس ملک میں اسلام کو برتری حاصل ہے اور حکومت جمہوری ہے۔ ہمارا آئین جمہوری، اسلامی اور وفاقی ہے۔ آئیے دیکھیں وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ہمارا ملک، اسلامی جمہوریہ اور آئین اسلامی جمہوری اور وفاقی کہلاتا ہے۔

اسلامی

ہمارا ملک اور آئین، اسلامی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں اسلام کو برتری حاصل ہے۔ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ ملک کے صدر اور وزیر اعظم مسلمان ہوں گے ملک میں قانون بناتے وقت یہ خیال رکھ جائے گا کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔ حکومت نے قرآن پاک کی صحیح چھپائی کے لیے قانون بنایا ہے۔ مسلمان بچوں کے لیے اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ حج ادا کرنے کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جارہی ہیں۔ غرض کہ ایسے انتظامات کیے گئے ہیں کہ مسلمان قرآن کریم کے احکامات اور رسول نبی کریمؐ کی سنت اور ہدایات کے مطابق عمل کرسکیں۔

جمہوری

ہمارے نئے آئین کے مطابق ہر شخص کو تقریر، تحریر، تجارت اور پیشے کی پوری آزادی ہے۔ سب لوگوں کو یکساں قانونی حفاظت ہے۔ مذہب کی ہر فرد کو آزادی حاصل ہے۔ کم تعداد والے فرقے جو پاکستان میں رہتے ہیں ان کو پورے حقوق دیے گئے ہیں۔

وفاقی

وفاقی حکومت سے یہ مراد ہے کہ ملک کے مختلف صوبے اپنی اندرونی خود مختاری کے باوجود ایک مرکز کے تحت ایک ملک اور ایک قوم کی حیثیت سے یکجا رہیں۔ ہمارے ملک کے

چار صوبے ہیں ۔ سندھ ، پنجاب ، بلوچستان اور سرحد ۔ ان سب صوبوں کی اپنی اپنی صوبائی اسمبلیاں اور حکومتیں ہیں ۔ ان کو اپنے اندرونی معاملات میں پوری آزادی اور خود مختاری ہے ۔ ان سب حکومتوں کے اوپر پورے ملک کی حکومت ہے ۔ وہ ملک کی سلامتی اور بچاؤ کا انتظام کرتی ہے ۔ بیرونی ملکوں سے تعلقات قائم کرتی ہے اور دوسری ذمے داریاں بھی ہیں ۔ ملک کی ترقی اور ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں پورے طور پر آپس میں تعاون کرتی ہیں ۔

پارلیمنٹ ۔ قومی اسمبلی اور سینٹ

ہمارے ملک میں عوام کے نمائندوں کی جماعت کو پارلیمنٹ کہتے ہیں ۔ اس کے دو ایوان ہیں ۔ یعنی دو اسمبلیاں ہیں ۔ ایک کو قومی اسمبلی کہتے ہیں اور دوسری کو سینٹ ۔ قومی اسمبلی کے دو سو سینتیس ۲۳۷ ممبر ہیں ۔ جن کو قوم براہ راست ووٹ دے کر انتخاب کرتی ہے ۔ انتظامی لحاظ سے یہ قومی اسمبلی بہت اہم ہے یہ قانون بناتی ہے اور قانون میں بہتر ترامیم کرتی ہے ۔ ملک کے انتظام کی نگرانی کرتی ہے ۔ اس کے سامنے ملک کا بجٹ پیش ہوتا ہے ۔ اس اسمبلی کا ایک صدر ہوتا ہے ۔ اس کو اسپیکر کہتے ہیں ۔

پارلیمنٹ کے دوسرے ایوان یعنی سینٹ کے صرف ۸۷ ممبر ہیں ۔ چاروں صوبوں کے نمائندوں کی تعداد برابر ہوتی ہے ۔ ہر صوبے کے ۱۹ ممبر ہیں ۔ باقی نمائندے خاص علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں ۔ فیڈرل ایریا کو بھی نمائندگی ملی ہے ۔ سینٹ کو انتظامی اور نگرانی کے اختیارات نہیں ہیں مگر قانون بنانے اور آئین میں ترمیم کے سلسلے میں قومی اسمبلی کے برابر حقوق ہیں ۔

ملک کا صدر

آئین کے مطابق ملک کا ایک صدر ہے جو ملک کا سربراہ ہے ۔ یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو اور ۴۵ برس سے زیادہ عمر کا ہو ۔ اس کا انتخاب پارلیمنٹ یعنی قومی اسمبلی اور سینٹ کے مشترکہ اجلاس میں ہوتا ہے ۔ وہ اپنے فرائض کی ادائگی میں وزیر اعظم کے مشوروں کے مطابق عمل کرتا ہے ۔

وزیراعظم

وزیراعظم پورے ملک کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔ اس کا انتخاب قومی اسمبلی کے ممبر کرتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں جس پارٹی کے ممبر تعداد میں زیادہ ہوں۔ اسی پارٹی کا لیڈر وزیراعظم ہوتا ہے۔

وزراء کی کونسل

ملک کے انتظامی معاملات میں وزیر اعظم کی مدد کے لیے وزراء کی ایک کونسل ہے۔ وزراء کے ذمے مختلف محکموں کی نگرانی ہے، جیسے محکمۂ تعلیم و قانون، محکمۂ مالیات، محکمۂ دفاع، محکمۂ ریلوے و ٹرانسپورٹ، محکمۂ خارجہ، محکمۂ داخلہ، محکمۂ اطلاعات و نشریات اور محکمۂ مذہبی امور وغیرہ۔ وزراء کا تقرر وزیراعظم کرتا ہے اور وہ اس وقت تک وزیر رہتے ہیں جب تک وزیراعظم چاہے۔

سپریم کورٹ

ملک میں قانون کی پابندی کرنے کے لیے عدالتیں قائم کی جاتی ہیں۔ یہ عدالتیں تحصیل ضلع اور صوبے کے صدر مقام میں ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص کے خلاف چھوٹی عدالت فیصلہ کرے اور وہ اس سے مطمئن نہ ہو تو اس عدالت سے بڑی عدالت میں اپیل کرسکتا ہے۔ صوبے میں سب سے بڑی عدالت کو ہائی کورٹ کہتے ہیں۔ ان سب صوبائی عدالتوں کے اوپر ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے جس کو سپریم کورٹ کہتے ہیں۔

سپریم کورٹ کا ایک چیف جسٹس اور کئی جج ہوتے ہیں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ملک کا صدر اگر ملک سے باہر جائے یا کسی وجہ سے اپنے فرائض انجام نہ دے سکے تو اس کے بجائے عارضی طور پر پاکستان کا چیف جسٹس صدر بن جاتا ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر مملکت کرتا ہے اور باقی ججوں کا تقرر چیف جسٹس کی رائے لے کر کیا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ کا صدر مقام اسلام آباد ہے۔ اس کے علاوہ سپریم کورٹ کے اجلاس ان جگہوں میں بھی ہوسکتے ہیں جنھیں چیف جسٹس مقرر کرے۔

سپریم کورٹ ان اپیلوں کو سنتا ہے جو ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خلاف ہوں اور جس کے لیے ہائی کورٹ اجازت دے دے۔ موت کی سزا کی اپیل بھی سنتا ہے۔ عام لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرنے کے علاوہ سپریم کورٹ صوبائی حکومتوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو اسے بھی طے کرتا ہے۔ وفاقی حکومت کو اگر کبھی کسی قانونی معاملے میں رائے لینی ہو تو وہ سپریم کورٹ سے مشورہ کرتی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے آخری ہوتے ہیں۔ پاکستان کی تمام عدالتیں اور حکومت سپریم کورٹ کے فیصلوں کی پابندی کرتے ہیں۔

سوالات

۱۔ ہمارے ملک کا موجودہ آئین کب تیار ہوا؟
۲۔ ملک کے آئین میں کیا کیا خاص باتیں ہیں؟
۳۔ ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کیوں کہلاتا ہے؟
۴۔ سپریم کورٹ کے متعلق دس جملے لکھیں۔

گیارہواں باب

آمدورفت اور مواصلات کے ذریعے

ملک کی ترقی کے لیے مواصلات اور آمدورفت کے ذرائع محفوظ، آرام دہ اور موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق ہونے چاہئیں۔ تجارتی کاروبار بڑھ جانے کی وجہ سے پہلے کے مقابلے میں اب لوگ سفر زیادہ کرتے ہیں اور ایک علاقے کو تجارتی مال زیادہ مقدار میں بھیجا جاتا ہے۔ اندرون ملک آمدورفت کے علاوہ ملک کے باہر بھی سفر کی ضرورت اور سامان کی درآمد اور برآمد بڑھ گئی ہے۔ دوسرے ملکوں کے لوگ سیر و سیاحت کو آتے ہیں۔ ان سب ضروریات کی وجہ سے آمد و رفت اور مواصلات کے ذریعوں کی بہت اہمیت ہوگئی ہے۔ پاکستان میں آمدورفت اور مواصلات کے محکمے مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) ریلوے (۲) سڑکیں اور بسیں (۳) ہوائی راستے اور ہوائی جہاز (۴) سمندری جہاز (۵) وائرلیس اور ٹیلی کمیونی کیشن۔

ریلوے کا محکمہ

پاکستان میں ریلوے ڈیپارٹمنٹ وفاقی حکومت کے تحت ریلوے کے متعلق تمام معاملات مثلاً ریلوں کی آمدورفت اور ٹائم ٹیبل، مسافروں کے متعلق تمام امور، سامان کی خریداری، پلوں اور ریلوے لائن کی تعمیر، ریلوے ورک شاپ کی نگرانی، حادثات کی تفتیش وغیرہ یہی محکمہ کرتا ہے۔ یہ محکمہ اپنا بجٹ بھی علیحدہ تیار کرتا ہے۔ جو قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے زرخیز علاقوں میں جہاں زمین ہموار ہے اور آبادی گنجان ہے۔ ریل کی پٹریاں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں، لیکن پہاڑی علاقوں میں ریلیں کم ہیں۔ کیوں کہ ایسے علاقوں میں ریل کی پٹری بچھانا بہت مشکل کام ہے۔

پاکستان کی سب سے بڑی ریلوے لائن کراچی سے پشاور تک جاتی ہے یہ لائن حیدرآباد، روہڑی، ملتان، لاہور، راولپنڈی ہوتی ہوئی پشاور جاتی ہے اس پر ڈیڑھ سو سے زیادہ چھوٹے بڑے اسٹیشن ہیں۔ لاہور ملک کا سب سے بڑا جنکشن ہے۔ یہاں ریلوے ورکشاپ بھی ہے۔ جہاں ریل گاڑیاں تیار ہوتی ہیں۔

کراچی سے دوسری ریلوے لائن براستہ سکھر درۂ بولان سے گزر کر کوئٹہ جاتی ہے اور کوئٹے سے ایک اور لائن لاہور کو جاتی ہے۔ کوئٹے سے دو ریلوے لائنز پاکستان کی سرحد تک جاتی ہیں۔ ایک لائن چمن کو جاتی ہے جہاں افغانستان کی سرحد ہے۔ اس لائن کے ذریعے افغانستان سے خشک میوے اور پھل آتے ہیں۔ دوسری لائن ایران کے شہر زاہدان تک جاتی ہے۔ چوں کہ پاکستان کے تعلقات ایران اور ترکی سے برادرانہ ہیں اس لیے یہ تجویز ہے کہ یہ لائن ترکی تک پہنچادی جائے۔ ملک کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے مسافر گاڑیوں اور مال گاڑیوں کی تعداد بڑھادی گئی ہے۔ تیز رفتار گاڑیاں چلائی گئی ہیں۔ جس میں کھانے کے سیلون علیحدہ ہیں۔ اعلیٰ درجے کے ڈبوں میں مشینوں کے ذریعے ٹھنڈک پیدا کی جاتی ہے۔ پاکستان ریلوے کو انتظامی سہولت کے لیے چھ ڈویژنوں میں تقسیم کردیا گیا ہے ان کے صدر دفتر کراچی، سکھر، ملتان، لاہور، راولپنڈی اور کوئٹہ میں ہیں۔ پاکستان میں کُل ۱۲۶۶۰ کلومیٹر لمبی ریل کی پٹریاں ہیں۔ اوپر بیان کی گئی ریلوے لائنوں کے علاوہ لالہ موسیٰ سے خانیوال، ملتان، سے راولپنڈی، لاہور سے ماڑی انڈس اہم لائنیں ہیں۔

چند اہم ریلوے اسٹیشن

پاکستان ریلوے کے سب اہم اسٹیشن کراچی، پشاور لائن پر واقع ہیں ان میں کراچی، حیدرآباد، روہڑی، ملتان، لاہور، راولپنڈی اور پشاور بڑے اسٹیشن ہیں۔ بلوچستان میں کوئٹہ اہم اسٹیشن ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی

پاکستان میں مسافروں اور تجارتی مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے بسیں اور ٹرک بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس سروس کو روڈ ٹرانسپورٹ کہا جاتا ہے۔ اس کی نگرانی اور انتظام

کے لیے ایک ادارہ ہے جس کو روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی کہتے ہیں۔ اس ادارے نے بسوں کے ذریعے پورے علاقے میں آمد و رفت کی آسانیں بہم پہنچائی ہیں۔ یہی ادارہ روڈ ٹرانسپورٹ کی نگرانی کرتا ہے۔ کرایہ مقرر کرتا ہے۔ ٹرانسپورٹ سروس حکومت کی نگرانی میں بھی چلتی ہے جس کو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ تر یہ کاروبار نجی کمپنیوں کے ہاتھوں میں ہے۔

پکی سڑکوں میں سب سے قدیم اور مشہور سڑک تورخم سے براستہ پشاور، راولپنڈی، جہلم، گجرات اور لاہور کو جاتی ہے اور اس سے آگے واہگہ کے قریب بھارت میں داخل ہوکر کلکتہ تک جاتی ہے۔ یہ سڑک شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی اس کو عام طور پر لوگ گرینڈ ٹرنک روڈ کے نام سے جانتے ہیں۔ ملک کی دوسری بڑی سڑک لاہور کو کراچی سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک ملتان، بہاول پور، صادق آباد، سکھر، خیرپور سے حیدرآباد ہوتی ہوئی کراچی براستہ ٹھٹہ پہنچاتی ہے۔ حیدرآباد سے کراچی تک ایک بہت چوڑی اور عمدہ سڑک بنائی گئی ہے۔ جسے سپر ہائی وے (شاہراہِ پاکستان) کہتے ہیں۔ یہ پاکستان کی بہترین سڑک ہے۔ حیدرآباد سے کراچی عام طور پر لوگ اسی راستے سے جاتے ہیں۔ کراچی کو کوئٹہ سے ملانے کے لیے ایک اور سڑک دادو، جیکب آباد ہوتی ہوئی کوئٹہ جاتی ہے۔ کراچی سے کوئٹہ تک ایک نئی سڑک بنائی گئی ہے جسے آر۔ سی۔ ڈی روڈ کہتے ہیں۔ اس سڑک کے بننے سے کراچی سے کوئٹہ کا فاصلہ کم ہوگیا ہے۔ پشاور سے ایک سڑک کوہاٹ اور بنوں سے ہوتی ہوئی بلوچستان تک جاتی ہے۔ ان سڑکوں کے علاوہ اور بہت سی پکی سڑکیں ہیں جو مختلف شہروں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔ ان سب سڑکوں پر بسیں، ویگنیں اور ٹرک ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں ریل گاڑی نہیں جاتی وہاں سفر کا واحد ذریعہ بسیں ہیں۔ مثلاً ایبٹ آباد مری، نتھیا گلی، کاغان اور سوات وغیرہ کا سفر صرف بسوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ سندھ میں تھانہ بولا خان اور دادو کے دوسرے پہاڑی علاقوں میں صرف بس سے ہی جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ میرپور خاص، سانگھڑ، بدین، نواب شاہ اور دوسرے علاقوں کے لیے بھی بس سروس ہے۔

ریلوں کی قلت اور جگہ کم ہونے کی وجہ سے کم فاصلے کا سفر عام طور پر لوگ بسوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ حکومت بس سروس کی طرف کافی توجہ دے رہی ہے۔ لوگوں کی سہولت کے لیے چوڑی سڑکیں بنائی جارہی ہیں اور بڑی آرام دہ بسیں چلائی جارہی ہیں۔ اس طرح لمبے سفر کے لیے بھی بسیں مفید ثابت ہوں گی کیونکہ اس سے وقت بچے گا اور فاصلہ کم ہوگا۔ پاکستان

میں اس وقت تقریباً ۹۶۵۰۰ کلومیٹر لمبی سڑکیں ہیں۔ جن میں تقریباً ۳۵۰۰۰ کلومیٹر سڑکیں اچھی قسم کی ہیں۔ صوبہ پنجاب اور سرحد کے ہر علاقے میں مسافروں اور سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ سے جانے کے لیے روڈ ٹرانسپورٹ موجود ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھتے ہوئے پاکستان میں روڈ ٹرانسپورٹ کی خاص اہمیت ہے۔

ہوائی سروس

ہوائی جہاز سے سفر اب عام ہوگیا ہے۔ پاکستان میں اندرونِ ملک بڑے بڑے شہروں کے لیے ہوائی سروس موجود ہے۔ پاکستان کا دنیا کے تمام ممالک سے بھی ہوائی جہازوں کے

کراچی ایئرپورٹ

ذریعے رابطہ قائم ہے۔ پاکستان کی اپنی ہوائی سروس ہے جس کو پی۔آئی۔اے کارپوریشن کہتے ہیں۔ پی۔آئی۔اے کے پاس دنیا کے مشہور اور جدید قسم کے ہوائی جہاز ہیں اور عملہ دنیا کے بہترین

ہوائی عملے میں شمار کیا جاتا ہے ۔ کراچی کا ہوائی ڈہ بہت وسیع ہے اور تمام جدید تر سہولتوں کا حامل ہے ۔ اس کا شمار دنیا کے بڑے اور مشہور ہوائی اڈوں میں ہوتا ہے ۔ یہاں بڑے بڑے ہوائی جہاز دنیا کے مختلف ملکوں سے روزانہ آتے ہیں دنیا کی مشہور ہوائی کمپنیوں کے برانچ آفس کراچی میں ہیں اور مسافروں کو ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں۔

پاکستان کی ہوائی سروس ملک کے اندر بھی ہے اور دنیا کے دوسرے ممالک کے لیے بھی ہے ۔ اندرون ملک کراچی سے لاہور ، راولپنڈی ، اسلام آباد اور پشاور کے لیے روزانہ ہوائی سروس ہے بلکہ لاہور اور راولپنڈی کے لیے تو دن میں کئی مرتبہ ہوائی جہاز جاتے اور آتے ہیں ۔ کوئٹہ کے لیے کراچی ، راولپنڈی اور لاہور سے براہ راست سروس ہے ۔ ور ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی ہوائی سروس ہیں جو ملک کے مختلف مقامات کو جاتی ہیں جیسے گلگت ، چترال ، سکردو وغیرہ ۔ بیرون ملک جانے کے لیے کراچی کے ہوائی اڈے سے دنیا کے تمام ممالک کے لیے ہوائی سفر کی سہولت موجود ہے ۔ کراچی سے ایران ، مشرق وسطیٰ ، یورپ ، انگلینڈ اور امریکہ کے لیے ہفتے میں کئی مرتبہ پی ۔ آئی ۔ اے کی ہوائی سروس جاتی ہے ۔ اس کے علاوہ روس ، چین ، جاپان ، اور سری لنکا اور دوسرے ممالک کے لیے بھی سروس کا انتظام ہے ۔

اندرون ملک بڑی ہوائی سروس کراچی ، لاہور ، راولپنڈی ، پشاور ، کوئٹہ ، سکھر ، ڈیرہ اسماعیل خان ، پسنی ، گوادر ، تربت اور جیونی میں ہیں ۔ ان کے علاوہ حیدرآباد ، موئن جو دڑو ، نواب شاہ ، ملتان ، فیصل آباد میں بھی ہوائی اڈے ہیں ۔ پہاڑی علاقوں میں اسکردو ، گلگت اور چترال میں بھی ہوائی اڈے موجود ہیں ۔

بندرگاہ ۔ کراچی

ہمارے ملک کی سب سے بڑی اور اہم بندرگاہ کراچی ہے ۔ یہ بہت پرانی بندرگاہ ہے مگر اب اس میں بڑی توسیع ہوگئی ہے اور موجودہ زمانے کی تمام جدید سہولتیں جو ایک بین الاقوامی بندرگاہ میں ہونی چاہئیں ، وہ یہاں موجود ہیں ۔ یہاں علیحدہ علیحدہ گودیاں ہیں ۔ سامان لادنے اور اتارنے کے لیے بڑی بڑی کرینیں لگی ہوئی ہیں جو بڑی تیزی سے کام کرتی ہیں ۔

کیماڑی کے علاوہ ویسٹ وہارف پر بھی سمندری جہاز مسافروں اور سامان کو لاتے لے جاتے ہیں۔ کراچی کی بندرگاہ بہت مصروف بندرگاہ ہے اکثر جہاز سمندر میں کھڑے رہ کر گودیوں کے خالی ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لیے کراچی کی بندرگاہ ناکافی ہوگئی ہے۔ اس لیے ایک نئی بندرگاہ بنائی جا رہی ہے وہ بھی کراچی کے قریب ہے۔ اس کا نام پورٹ قاسم رکھا گیا ہے۔ بلوچستان کے ساحلی علاقے میں اورماڑہ، پسنی اور گوادر چھوٹی چھوٹی بندرگاہیں ہیں۔ یہاں بڑے جہاز نہیں جا سکتے۔ اس لیے کافی دور سمندر میں کھڑے ہوتے ہیں اور کشتیوں کے ذریعے آنا جانا ہوتا ہے۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ

کراچی کی بندرگاہ کی نگرانی اور انتظام کے لیے ایک ادارہ ہے جس کو پورٹ ٹرسٹ کہتے ہیں۔ سمندر کے کنارے گھاٹ تعمیر کرنا، مال گودام بنوانا اور تجارت کی سہولت کے لیے کشتیوں اور جہازوں کا انتظام کرنا، سامان اتروانا اور اس کی حفاظت کرنا اور دوسرے تمام ضروری انتظامات کرنا پورٹ ٹرسٹ کی ذمے داری ہے۔ پورٹ ٹرسٹ چوکیداری اور پولیس کا بھی علیحدہ انتظام کرتی ہے تاکہ جو سامان گوداموں میں رکھا ہوا ہے اس کی حفاظت ہو سکے۔

شپنگ کارپوریشن

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ سمندری جہاز کے ذریعے مسافر سفر بھی طے کرتے ہیں، تجارتی مال بھی ایک ملک سے دوسرے ملک بھیجا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے جہاز رانی کی کمپنیاں ہیں۔ پاکستان میں ۱۹۶۳ء میں ایک پرائیویٹ شپنگ کارپوریشن بنائی گئی ہے۔ اس کارپوریشن نے بہت سے جہاز خریدے اور دنیا کے مختلف ممالک کو سامان بھیجنے کا انتظام کیا۔ پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن ملک کی سب سے بڑی جہاز رانی کی کارپوریشن ہے۔ اس کا صدر دفتر کراچی میں ہے اور اس کی شاخیں اسلام آباد اور لاہور میں بھی ہیں۔ اس وقت ۵۲ تجارتی جہاز ہیں۔

یہ کارپوریشن ایک بورڈ کے تحت کام کرتی ہے۔ اس کے جہاز دنیا کے ہر کونے میں

سامان لے جاتے ہیں۔ جس میں یورپ، مشرق وسطیٰ، انگلینڈ، امریکہ، جنوبی امریکہ، افریقہ، چین، انڈونیشیا اور جاپان وغیرہ شامل ہیں۔ اگر تجارتی مال زیادہ ہوتا ہے تو کارپوریشن دوسرے ملکوں کے جہاز کرائے پر لیتی ہے۔

ٹیلی فون اور ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ

پاکستان کے اکثر شہروں میں اندرون شہر اور دوسرے مختلف شہروں کے درمیان ٹیلی فون اور ٹیلی گراف کے سلسلے موجود ہیں۔ ٹیلی فون کے ذریعے براہ راست گفتگو ہوتی ہے اور ٹیلی گراف کے ذریعے تحریری پیغامات ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں۔ آج کل وائرلیس کے ذریعے پاکستان کے باہر دنیا کے ہر ملک کو پیغامات بھیجے جا سکتے ہیں ان کو کیبل گرام کہتے ہیں۔

پاکستان میں ٹیلی فون کا محکمہ وفاقی حکومت کے ماتحت ہے۔ اس محکمے کے ذمے تار، ٹیلی فون، ٹیلی گراف، وائرلیس اور سمندر پار کے پیغامات کے متعلق تمام امور کی نگرانی ہے۔ اس محکمے کے دو ڈویژن ہیں۔ ایک ٹیلی فون سے متعلق ہے اور دوسرا ٹیلی گراف سے متعلق ہے۔ پاکستان میں ٹیلی فون کی تمام ضروری سامان بننے کی ایک بڑی فیکٹری ہری پور ہزارہ میں ہے۔

پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن

مرکزی حکومت کے محکمۂ اطلاعات و نشریات کے تحت ریڈیو پاکستان کا ادارہ کام کرتا ہے جب پاکستان قائم ہوا تو صرف لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں ریڈیو اسٹیشن تھے۔ اس کے بعد کراچی، کوئٹہ، حیدرآباد اور ملتان کے ریڈیو اسٹیشن قائم ہوئے۔ حال ہی میں بہاولپور، خیرپور اور خضدار میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہوئے ہیں۔ اس طرح ہمارے ملک میں پشاور، راولپنڈی، اسلام آباد۔ لاہور، ملتان، بہاولپور، کوئٹہ، حیدرآباد، گلگت، اسکردو، خیرپور، خضدار، فیصل آباد، ڈیرہ اسماعیل خان اور کراچی میں ریڈیو اسٹیشن ہیں۔

۱۹۷۲ء میں ریڈیو کے محکمے کو ایک کارپوریشن بنا دیا گیا۔ اس کے انتظام کے لیے ڈائرکٹروں کا ایک بورڈ ہے۔ اس کا سربراہ کارپوریشن کا ڈائرکٹر جنرل کہلاتا ہے۔ کارپوریشن کی کمرشل سروس بھی ہے جس سے کارپوریشن کی آمدنی بڑھ گئی ہے۔

ٹیلی وژن کارپوریشن

پاکستان میں ٹیلی وژن اسٹیشن ۱۹۶۴ء میں لاہور میں قائم ہوا۔ اب پشاور، راولپنڈی، اسلام آباد، لاہور، کوئٹہ اور کراچی میں ٹیلی وژن اسٹیشن قائم ہیں۔

سوالات

۱ ـــــ پاکستان کی دو بڑی ریلوے لائن اور دو بڑی پکی سڑکوں کے نام لکھیں۔

۲ ـــــ ٹیلیفون اور ٹیلیگراف سے کیا فائدے ہیں؟

۳ ـــــ براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کیا خدمات انجام دیتی ہے؟

۴ ـــــ شپنگ کارپوریشن سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

عملی کام

۱ ـــــ ریلوے انجنوں اور مختلف قسم کے ہوائی جہازوں کی تصویریں جمع کرکے ایک البم بنائیں۔

۲ ـــــ پاکستان کے نقشے کے خاکے میں خاص خاص ریلوں کے راستے دکھائیں اور اہم ریلوے اسٹیشنوں اور بندرگاہوں کے نام لکھیں۔

۳ ـــــ اسکول کے دفتر میں اگر ٹیلیفون ہو تو اس کا استعمال سیکھیں۔

۴ ـــــ کسی ریلوے اسٹیشن کا چھوٹا سا ماڈل تیار کریں۔

بارہواں باب

رفاہی ادارے

آج ماسٹر صاحب کلاس میں آئے تو طارق نے دریافت کیا۔" ماسٹر صاحب"! ہمیں یہ بتائیے کہ رفاہی ادارے کیا ہوتے ہیں ؟ ماسٹر صاحب نے جواب دیا۔"بچو!" ہر حکومت اپنے شہریوں کی بھلائی اور بہبودی کے لیے بہت سے رفاہی کام کرتی ہے۔ مثلاً تعلیم و تربیت کا انتظام یتیم بچوں کی پرورش ، غریبوں اور مصیبت زدہ کے لیے فنڈ جمع کرنا یہ سب رفاہِ عام کے کام ہیں۔ وہ تمام کام جس میں عوام کی بھلائی ہو ، غریبوں ، یتیموں ، بیواؤں ، اور دوسرے ضرورت مند لوگوں کی مدد ہو وہ سب رفاہِ عام کے کام کہلاتے ہیں۔

اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں

ماسٹر صاحب نے کہا آج میں تم کو اسکول ، کالج اور یونیورسٹیوں کے متعلق کچھ حال بتاتا ہوں۔ اسکول اور کالج عوامی بھلائی کے ادارے ہیں۔ ان کے بغیر کوئی قوم نہ علم حاصل کرسکتی ہے ، نہ ترقی کرسکتی ہے اور نہ لوگ اچھے شہری بن سکتے ہیں اور نہ اپنی روزی کما سکتے ہیں۔ اس لیے موجودہ حکومت ملک میں تعلیم عام کرنے کے لیے زبردست کوشش کر رہی ہے۔ میٹرک تک تعلیم مفت ہے۔ ہر سال بڑی تعداد میں پرائمری اسکول ، سیکنڈری اسکول اور کالج کھولے جا رہے ہیں۔ تمھارے پرائمری اسکول میں پانچویں جماعت تک پڑھائی ہوتی ہے سیکنڈری اسکول میں چھٹی جماعت سے دسویں جماعت تک پڑھائی ہوتی ہے۔ جب کہ کالج میں دسویں سے آگے ایف۔اے، بی۔ اے کی تعلیم دی جاتی ہے اور ایم۔ اے وغیرہ کی تعلیم یونیورسٹیوں میں ہوتی ہے۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کے مختلف شعبے علیحدہ علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ جیسے سائنس ، کامرس ، آرٹس وغیرہ۔ ہر شعبے کا ایک انچارج پروفیسر ہوتا ہے۔

سائنس اور فنی تعلیم پھیلانے کی خاص کوشش کی جارہی ہے۔ میڈیکل کالج ، زرعی کالج ، انجینئرنگ کالجوں کی تعداد بڑھادی گئی ہے۔ ان کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ڈاکٹر ، انجینئر ، سائنس داں اور ماہرین زراعت نکلتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قومی خدمت کے جذبے سے کام کرتے رہیں تو بہت جلد ہمارے ملک میں ہر طرف ترقی کا دَور دَورہ ہوجائے۔

اسپتال

اسپتال بھی رفاہی ادارے ہیں۔ لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ان کے علاج معالجے کے لیے اسپتال قائم کیے جاتے ہیں۔ اسپتالوں میں جو لوگ صرف دوا لینے آتے ہیں ان کے لیے علیحدہ انتظام ہوتا ہے اور جو مریض اسپتال میں داخل ہوتے ہیں ان کے لیے علیحدہ وارڈ ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام مریضوں کے وارڈ ہوتے ہیں اور دانتوں اور آنکھوں کے مریضوں کے وارڈ اور آپریشن (جرّاحی) وارڈ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ بڑے اسپتالوں میں ایکسرے اور خون وغیرہ کی جانچ کرنے کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خاص خاص اسپتالوں میں مہلک امراض کے وارڈ اور دماغی امراض کے علاج کے وارڈ ہوتے ہیں۔ تمام بڑے شہروں میں اسپتال موجود ہیں۔ خصوصاً کراچی ، حیدر آباد ، لاہور ، راولپنڈی ، ملتان اور پشاور میں بڑے اسپتال ہیں۔ یہ اسپتال حکومت کے قائم کیے ہوئے ہیں۔ میونسپل کمیٹیاں بھی اپنے علاقوں میں اسپتال قائم کرتی ہیں۔ ان سب اسپتالوں میں دوا مفت دی جاتی ہے اور علاج مفت ہوتا ہے۔ نجی طور پر بھی لوگ اسپتال کھولتے ہیں۔ بعض اسپتالوں کا خرچ خدا ترس لوگ خود برداشت کرتے ہیں اور لوگوں کا علاج مفت کراتے ہیں۔ بعض اسپتالوں میں فیس لی جاتی ہے۔ حکومت کو یہ معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں طبّی سہولتیں آبادی کے لحاظ سے کم ہیں اس لیے حکومت علاج معالجے کی سہولتیں بہتر بنانے کی کوشش کررہی ہے۔

بچّوں کی بہبودی کے مراکز

حکومت نے عوام کی بہتری اور سماجی بھلائی کے لیے بہت سے ادارے قائم کیے ہیں۔ بچوں کی بہبودی کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک قومی کونسل

برائے بہبودئ اطفال قائم کی گئی ہے جس کے تحت ملک کے مختلف حصّوں میں بچّوں کی بہبودی کے مراکز قائم کیے گئے ہیں اور ان کی نگرانی کونسل برئے اطفال کرتی ہے۔ بچّوں کی بہبودی کے مرکز، معذور بچّوں کے علاج اور تربیت کے لیے ادارے اور بچّوں کی دماغی بیماریوں کے علاج کے لیے علیحدہ چھوٹے چھوٹے اسپتال قائم کیے گئے ہیں۔ سال بھر میں ایک مرتبہ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں بچّوں کا دن ملک میں بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ کھیل کے مقابلے ہوتے ہیں۔ بچّوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ تحفے دیے جاتے ہیں۔

یتیم خانے

یتیم خانوں میں ان بچّوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے جن کی نہ مائیں ہوتی ہیں اور نہ باپ اور نہ کوئی دوسرا عزیز یا رشتے دار جو ان کی پرورش کرسکے۔

یتیم خانوں میں نہ صرف بچّوں کی رہائش اور خوراک کا انتظام ہوتا ہے بلکہ تعلیم و تربیت کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ بچّوں کو مختلف کام بھی سکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ جوان ہوکر اپنی روزی کما سکیں اور اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو یہ بالکل احساس نہ ہو کہ وہ دوسرے بچّوں کے مقابلے میں حقیر ہیں۔ یتیم خانوں میں بچّوں کی رہائش کا انتظام بہت اچھا ہوتا ہے وہاں بچّوں کو یہ تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنا کام خود کریں۔ یتیم خانے زیادہ تر نجی طور پر چلائے جاتے ہیں حکومت کی طرف سے بھی امداد دی جاتی ہے اور لوگ چندہ دیتے ہیں۔ خیرات اور زکوٰۃ کا روپیہ بھی غریب بچّوں کی مدد کے لیے دیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور عُشر کا نظام بھی غریبوں، محتاجوں اور اپاہجوں کی مدد کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اسلامی حکومتیں جو رقم زکوٰۃ اور عشر سے حاصل کرتی ہیں وہ غریبوں کی دیکھ بھال پر خرچ کرتی ہیں۔ اس کے حقدار بیوہ اور یتیم بچے بھی ہوتے ہیں۔ تاجر حضرات جو عام طور پر شہروں میں رہتے ہیں اپنی آمدنی پر زکوٰۃ دیتے ہیں۔ زمینداروں اور کسانوں سے عُشر وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری حکومت اس نظام کے تحت لاکھوں غریبوں کی مدد کررہی ہے۔ یہ بہت بڑی قومی خدمت ہے۔ اگر یتیم خانے نہ ہوں تو قوم کے ہزاروں نونہالوں کی زندگی تباہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ یتیم خانے ہم رفاہی ادارے کہلاتے ہیں۔

قومی باغیچے، چڑیا گھر اور عجائب گھر

لوگوں کو تفریح کا ذریعہ مہیا کرنے کے لیے قومی باغات و پارک اور تفریح گاہیں بنائی جاتی ہیں۔ چاروں طرف سبزہ اور پھول دار درخت ہوتے ہیں۔ بعض باغات میں ایک خوبصورت بارہ دری بنی ہوئی ہوتی ہے جہاں لوگ بیٹھ کر آرام کرتے ہیں اور پکنک مناتے ہیں اور چاروں طرف وہی قدرتی ماحول پیدا کیا جاتا ہے جس میں پرندے اور جانور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اس مقام کو چڑیا گھر کہا جاتا ہے اور اس چڑیا گھر میں جانور کٹہرے میں پالے جاتے ہیں۔ کسی کٹہرے میں بندر بند ہیں، تو کسی میں شیر۔ کسی میں طوطے تو کسی میں مور، کہیں تالاب بنے ہوئے ہیں اور بطخیں اور سارس تیر رہے ہیں تو کہیں بڑے سے میدان میں ہرن اور دوسرے جانور بھاگتے پھر رہے ہیں۔ مختلف قسم کے پرندوں کے لیے بھی بڑے بڑے اور اونچے احاطے تاروں سے گھیر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ہر شہر میں پبلک باغ ہیں۔ کراچی میں زوولوجیکل گارڈن، کلفٹن، ہل پارک وغیرہ لاہور میں باغ جناح، شالامار باغ ہیں۔ راولپنڈی میں نیشنل پارک اور پشاور میں وزیر باغ اور شاہی باغ ہیں۔ لاہور میں ایک بڑا چڑیا گھر بھی ہے۔

باغات، پارک اور چڑیا گھروں کے علاوہ آرٹس کونسل بھی دلچسپی کی جگہ ہے۔ آرٹس کونسلیں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ہیں۔ ان میں پاکستان کے فن کاروں کی بنائی ہوئی تصویروں کی نمائش ہوتی ہے۔ ڈرامے اور تھیٹر وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ ایسے بھی مقام ہیں جہاں دنیا کے مشہور مصوروں اور فن کاروں کی بنائی ہوئی تصویریں ہمیشہ ٹنگی رہتی ہیں۔ ان کو آرٹ گیلری کہتے ہیں۔ کراچی میں ایک آرٹ گیلری ڈینسو ہال میں ہے۔ لاہور فنون اور آرٹس کا مرکز ہے۔ وہاں بہت بڑا نیشنل آرٹس کالج ہے اور آرٹس کونسل بھی ہے۔ عجائب گھر بھی ہے۔ راولپنڈی اور پشاور میں بھی آرٹس کونسلیں ہیں۔

ہلال احمر

ہلال احمر ایک بین الاقوامی ادارہ ہے۔ اس کا مقصد غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں

کی ہر حالت میں ہر طرح کی مدد کرنا ہے۔ اس میں قوم، ملک یا مذہب کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس ادارے کا نشان لال رنگ کا مثبت نشان "+" ہے اس لیے اس کا نام ریڈ کراس پڑگیا ہے۔ مگر پاکستان میں اس کو "ہلال احمر" کہتے ہیں اور اس کا نشان "☾" ہلال ہے۔ ہلال احمر امن کے زمانے میں بیماروں کی امداد کرتا ہے۔ مریضوں کے لیے ایمبولنس گاڑیاں فراہم کرتا ہے۔ مریض کی حالت خراب ہو تو اس کی جان بچانے کے لیے خون مہیا کرتا ہے۔ مصیبت کے وقت جیسے زلزلہ یا سیلاب یا دوسری کوئی آفت آئے تو ہلال احمر کے لوگ فوراً مدد کو پہنچتے ہیں۔ امدادی سامان خود بھی جمع کرتے ہیں اور دوسرے ملکوں سے آیا ہوا سامان بھی تقسیم کرتے ہیں۔ لڑائی کے زمانے میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں اور ان کے عزیزوں کو ان کی خیریت سے مطلع کرتے ہیں اور قیدیوں کی خیریت معلوم کرتے ہیں اور یہی بہت سے امدادی کام ہیں جو ہلال احمر کا ادارہ کرتا ہے۔

ہلال احمر کی ایک شاخ اسکولوں کے بچّوں کے لیے بھی قائم کی گئی ہے اس کا نام جونیئر ہلال احمر سوسائٹی ہے۔ اس کے ممبر اسکولوں کے بچّے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ تندرستی قائم رکھنے اور جان بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ جب کبھی اسکول میں کوئی حادثہ ہوجائے یا کوئی شاگرد ایکایک بیمار پڑجائے یا زخمی ہوجائے تو جونیئر ہلال احمر کا ممبر اس کی مدد کرتا ہے۔

اس طرح جوان، بوڑھے اور بچّے سب ہلال احمر سوسائٹی کے ممبر بن کر مصیبت زدہ اور ضرورت مند لوگوں کی مدد کرسکتے ہیں۔

اسکاؤٹ اور گرل گائیڈ

بچّوں کا اخلاق درست کرنے اور ان کو سماجی ضرورت کی عادت ڈالنے اور زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لیے اسکولوں میں اسکاؤٹ تحریک چلائی گئی ہے جو لڑکے اس میں شریک ہوتے ہیں ان کو اسکاؤٹ کہا جاتا ہے۔ لڑکیوں
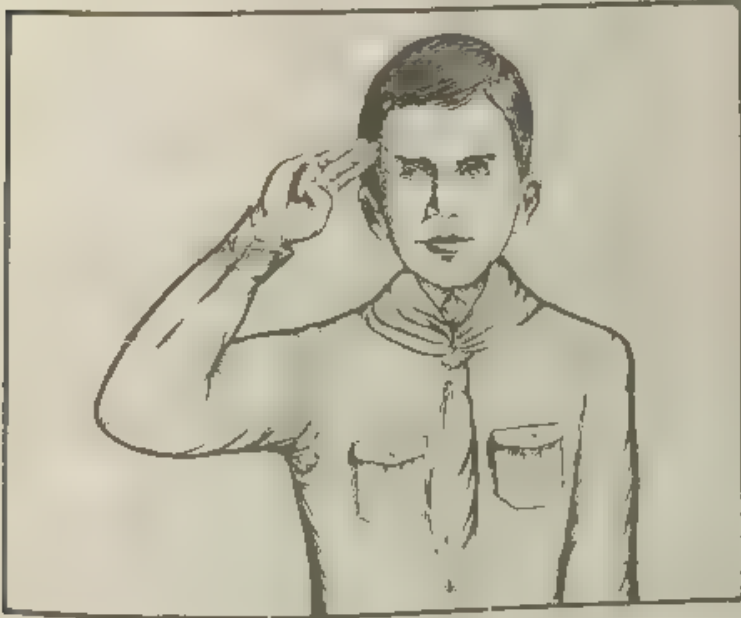
کے لیے بھی اسی قسم کی تربیت کا انتظام ہے ۔ ان کو
گرل گائیڈ کہا جاتا ہے ۔ اسکاؤٹ بنتے وقت بچّوں
کو یہ وعدہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں گے.
ملک کے وفادار رہیں گے ۔ والد اور بزرگوں
کی عزت کریں گے ہروقت دوسروں کی مدد کے
لیے تیار رہیں گے اور اسکاؤٹ کے قواعد کی
پابندی کریں گے ۔جن بچّوں کی عمر بارہ برس سے
کم ہے جب وہ اسکاؤٹ تحریک میں شریک
ہوتے ہیں وہ کبس (CUBS) یعنی "شیر کے بچے"
کہلاتے ہیں ۔ اس طرح دس برس سے کم عمر کی
لڑکیاں شاہین اور دس برس سے زیادہ عمر کی
لڑکیاں گرل گائیڈ کہلاتی ہیں ۔ ۱۲ سے ۱۸ برس
کی عمر کے لڑکے اسکاؤٹ کہلاتے ہیں اور ۱۸ برس
سے زیادہ عمر کے لڑکے اسکاؤٹ روورس (ROVERS)
کہلاتے ہیں ۔ شاہین در کبس کی تربیت دلچسپ
کھیلوں کے ذریعے ہوتی ہے ۔ سکاؤٹس اور گرل گائیڈ
باقاعدہ جسمانی ورزش اور مختلف کاموں میں
قابلیت کے کئی امتحان پاس کرتے ہیں ۔ وہ لوگ
شہروں سے باہر کیمپ کی زندگی کے طریقے بھی
سیکھتے ہیں ۔ چھوٹے گروہوں میں پیدل سفر
کرتے ہیں ۔ اس کو ہائک (HIKE) کہا جاتا ہے ۔ کبھی کبھی رات کو بڑے میدان میں
جمع ہوکر مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں ۔ بیچ میں آگ جلادیتے ہیں اور چاروں طرف بیٹھ
کر خوب مزے کی کہانیاں سنتے ہیں ۔ اس کو کیمپ فائر کہا جاتا ہے ۔ سکاؤٹس اپنے بیر
نظم وضبط رکھتے ہیں ۔ سب کے ساتھ اچھے خلاق سے پیش آتے ہیں ۔ سکولوں کے جلسوں

میں نمایاں خدمات انجام دیتے ہیں۔ یہ ایک اچھی تحریک ہے۔ اس میں طلبا کو شریک ہونا چاہیے۔

اسکاؤٹس اور گرل گائیڈ ایک خاص قسم کی یونیفارم پہنتے ہیں۔ اسکاؤٹس خاکی قمیض، خاکی نیکر اور موزے پہنتے ہیں اور گلے میں اسکارف باندھتے ہیں۔ لڑکیاں شلوار قمیض اور سینے پر دوپٹہ استعمال کرتی ہیں۔ اسکاؤٹ فوجی طریقے پر سیدھے ہاتھ سے تین انگلیاں ملاکر سلام کرتے ہیں اور اُلٹے ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔

اسکاؤٹس ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور بڑوں کی عزّت کرتے ہیں۔

معذور بچوں کے مراکز

ہمارے معاشرے میں ایسے بچّے بھی ہیں جو پیدائش کے وقت سے ہی کسی جسمانی خرابی میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا ذہنی طور پر پست ماندہ ہیں یا بچپن میں ہی ایسی بیماریوں کا شکار ہوگئے ہیں جنھوں نے ان کو ہمیشہ کے لیے مجبور بنادیا ہے۔ ایسے بچّوں کو معذور بچّے کہتے ہیں ان کا علاج کرنا اور ان کی تربیت کا انتظام کرنا ایک بڑی خدمت ہے۔ معذور بچّوں کے مراکز میں نہ صرف بچّوں کا علاج ہوتا ہے بلکہ استانیاں بچّوں کو علیحدہ علیحدہ گروپ میں بڑی توجہ اور محنت سے پڑھاتی ہیں۔ بعض معذور بچّے تتلاتے ہیں تو بعض ہکلاکر بات کرتے ہیں۔ کوئی پیروں میں خرابی کی وجہ سے اچھی طرح چل نہیں سکتا تو کوئی اور جسمانی خرابی میں مبتلا ہوتا ہے کسی کی ذہنی حالت اچھی نہیں ہوتی۔ معذور بچّوں کے اداروں میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ بچّوں کی ذہنی اور جسمانی کمزوری دور ہوجائے یا کم ہوجائے تاکہ وہ اپنی زندگی اطمینان سے گزار سکیں۔ بچّوں کو دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے جیسے کرسی بُننا، ٹوکری بنانا یا کوئی فنّی کام کرنا۔ نابینا یا گونگے بہرے بچّوں اور جوانوں کے لیے مرکز علیحدہ قائم ہیں جہاں صرف نابینا اور گونگے لوگوں کی تربیت ہوتی ہے۔ یہ ادارے نجی طور پر قائم کیے گئے ہیں۔ خدا ترس لوگ ان کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ حکومت بھی مدد کرتی ہے اور قومی کونسل برائے بہبودیٔ اطفال ان اداروں کی نگرانی کرتی ہے۔

اوقاف

ہمارے مذہب میں غریبوں کی مدد کرنا بڑے ثواب کی بات ہے اس مقصد کے لیے بعض

لوگ اپنی جائداد خدا کے نام وقف کر دیتے ہیں تاکہ ہمیشہ اُن کی آمدنی سے غریبوں کی مدد ہوتی رہے ۔ بعض لوگ مسجدیں بنواتے ہیں ۔ بزرگوں کے مزارات بنواتے ہیں مگر عام طور پر ان کے انتظامات درست نہیں ہوتے ۔ اس لیے حکومت نے ایک محکمہ قائم کیا ہے جس کا نام محکمۂ اوقاف ہے ۔ یہ محکمہ مسجدوں ، مزاروں اور دیگر وقف جائدادوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کے انتظامات کو بہتر بناتا ہے ۔ یہ محکمہ ہر صوبے کے لیے ہے ۔ اس کے سب سے بڑے افسر کو چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف کہتے ہیں ۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ مسجدوں ، مزاروں یا وقف جائداد کو حکومت کی تحویل میں لے لیں اور اپنی نگرانی میں ان کے انتظامات کو بہتر بنائیں ۔ ان اوقاف کی آمدنی سے پہلے تو ان کی مرمت اور بحالی پر اخراجات کیے جاتے ہیں ۔ ان کے بعد غرباء کی امداد کی جاتی ہے ۔ مستحق بچوں کو وظائف دیے جاتے ہیں ۔ قومی رفاہی کاموں میں بھی مدد کی جاتی ہے اس طرح یہ محکمہ مذہبی اور رفاہی خدمت انجام دے رہا ہے ۔

لائبریریاں

عام شہریوں کے لیے جو پبلک لائبریریاں قائم کی جاتی ہیں وہ بھی رفاہی ادارے ہیں ۔ وہاں الماریوں میں بہت سی کتابیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور روزانہ اخبارات بھی آتے ہیں بہت سے لوگ وہاں جاتے ہیں اور اخبار اور کتابیں پڑھتے ہیں ۔ لائبریریوں سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے ۔ آج کل اسی آدمی کی قدر ہوتی ہے جو قابل ہو جس کی معلومات زیادہ ہوں اور جس نے مختلف کتابوں کا خوب مطالعہ کیا ہو ۔ چوں کہ ہر آدمی اپنے گھر کتابوں کی لائبریری قائم نہیں کر سکتا ۔ اس لیے لوگ چندے سے مختلف مقامات پر لائبریریاں قائم کرتے ہیں ۔ میونسپل کمیٹیاں اور حکومت بھی لائبریریاں قائم کرتی ہیں اور نجی کتب خانوں کی امداد بھی کرتی ہیں ۔ غریب طلباء لائبریریوں سے کتابیں مستعار لے کر پڑھتے ہیں ۔ دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ اخبار کے ذریعے دنیا کی معلومات سے باخبر رہتے ہیں ہر شہر میں پبلک لائبریریں قائم ہیں یا نئی قائم کی جارہی ہیں ۔ ہمارے ملک میں ہزاروں لائبریریں ہیں یونیورسٹیوں میں سب سے بڑی لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری ہے اور اسکول اور کالج کی اپنی لائبریری ہے ۔ اچھے بچے لائبریری میں جاتے ہیں اور وہاں سے کتابیں لے کر اچھی طرح پڑھتے ہیں ۔

خون کا عطیہ

بدن کے اندر خون زندگی کی علامت ہے۔ اگر بدن سے خون زیادہ مقدار میں نکل جائے تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ اگر بدن سے کسی گہرے زخم کی وجہ سے یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے خون زیادہ نکل جائے تو ایسے مریض کو فوراً دوسرے کسی آدمی کا خون دیا جاتا ہے۔ اس سے اس کی جان بچ جاتی ہے اس مقصد کے لیے تندرست لوگوں کا خون ان کے ہاتھ کی رگ سے نکال کر بوتلوں میں بھر لیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ خدمت خلق کے جذبے کے تحت اپنا خون دے دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کو کچھ معاوضہ بھی دیا جاتا ہے۔ جو شخص خون کا عطیہ دیتا ہے وہ قوم کی بڑی خدمت کرتا ہے اس کا دیا ہوا خون مریضوں کی جان بچانے کا باعث بنتا ہے۔ زیادہ تر اسپتالوں میں خون جمع کیا جاتا ہے مگر نجی ادارے بھی خون جمع کرتے ہیں اور وقت ضرورت لوگوں کو مفت یا کسی رقم کے معاوضے میں دے دیتے ہیں۔ خون جہاں جمع کیا جاتا ہے اسے "بلڈ بینک" کہتے ہیں۔

قومی بچت کی اسکیمیں

روپیہ اگر گھر میں پڑا رہے تو وہ ضرور خرچ ہو جاتا ہے۔ عقلمندی کی بات یہ ہے کہ آمدنی میں سے کچھ بچا کر آئندہ کے لیے جمع کرنا چاہیے ورنہ ضرورت کے وقت بڑی پریشانی ہوتی ہے گورنمنٹ نے عوام کی بھلائی اور ملک کی خوشحالی کے لیے قومی بچت کی کئی اسکیمیں جاری کی ہیں۔ ان اسکیموں میں خاص طور پر ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، نیشنل ڈپازٹ سرٹیفکیٹ اور خاص ڈپازٹ سرٹیفکیٹ قابلِ ذکر ہیں۔ نقد روپے کے عوض یہ سرٹیفکیٹ مل جاتے ہیں۔ چھ یا سات برس میں آپ کی رقم دوگنی ہو جائے گی۔ یہ سرٹیفکیٹ دکھائیے اور دوگنی رقم لے آئیے۔ سب بچوں نے کہا ماسٹر صاحب یہ تو بڑے نفع کی سکیم ہے مگر آپ نے انعام کا ذکر کیا تھا، وہ کیا ہے"؟ ماسٹر صاحب نے کہا۔" ہاں وہ بھی بتاتا ہوں سرٹیفکیٹ کے علاوہ اسی قسم کے انعامی بانڈ ہوتے ہیں۔ یہ دس، گیارہ، پچاس، پانچ سو اور ایک ہزار روپے کی مالیت کے ہوتے ہیں۔ ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے اور انعامات دیے جاتے ہیں۔ یہ انعامات پچیس ہزار روپے

سے پانچ لاکھ روپے تک کے ہوتے ہیں۔ ان سرٹیفکیٹ اور بانڈ کے علاوہ روپیہ ایک مقررہ مدت کے لیے بھی بینک میں جمع کیا جاسکتا ہے۔ قومی بچت کی اسکیموں میں روپیہ جمع کرنے والے فرد ور قوم دونوں کو نفع ہوتا ہے۔جو روپیہ ان اسکیموں میں جمع ہوتا ہے حکومت اس کو وطن کے رفاہی اور ترقیاتی کاموں پر خرچ کرتی ہے۔

سوالات

۱ــــ ہلال احمر کیا خدمات انجام دیتا ہے؟

۲ــــ اسکاؤٹ بنتے وقت طالب علم کیا وعدے کرتا ہے؟

۳ــــ قومی بچت کی مختلف اسکیموں کے نام لکھیں۔

عملی کام

۱ــــ کسی ہسپتال میں جاکر مریضوں کی خیریت دریافت کریں اور ان کو پھول وغیرہ پیش کریں۔

۲ــــ چڑیا گھر دیکھنے جائیں اور جو کچھ وہاں دیکھیں واپسی پر اس کا آنکھوں دیکھا حال لکھیں۔

۳ــــ اسکول کی لائبریری سے ہر ماہ کم از کم ایک کتاب نکال کر ضرور پڑھیں۔

۴ــــ جو رقم آپ کو والدین دیں اس میں سے کچھ بچا کر بینک میں جمع کریں۔

تیرھواں باب

ہمارے مسائل اور اُن کا حل

دنیا کے تمام ممالک کو کچھ نہ کچھ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان چونکہ بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اس لیے ہمارے بہت سے مسائل کا تعلق بھی زراعت سے ہے۔ سیم در تھور ہماری زرعی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں اس کے علاوہ ملک میں آبادکاری، غربت، بیماری، جہالت اور بے روزگاری کے مسائل ہیں۔ آیئے ان مسائل کا تفصیل سے جائزہ لیں۔

سیم اور تھور

سندھ کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ صدیوں سے دنیا کا یہ حصہ اپنی زرعی پیداوار کے لیے مشہور رہا ہے۔ سندھ کی بنجر زمین کو آباد کرنے کے لیے نہروں کا جال بچھایا گیا۔ یہ نہریں پختہ نہیں اس لیے دن رات ان نہروں کا پانی زمین میں جذب ہوتا رہتا ہے۔ زمین کی سطح کے اندر جاکر یہ پانی زمین کے اندر کی آبی سطح کو بلند کرتا ہے۔ زمین کی آبی سطح بلند ہونے سے مختلف قسم کے نمکیات زمین میں سے نکل کر زمین کی سطح کے اوپر نمودار ہوتے ہیں یہ نمکیات اوپر کی سطح پر آکر خشک ہوجاتے ہیں اور زمین کی رنگت سفید ہوجاتی ہے۔ زمین کے یوں سفید ہوجانے کو "تھور" کہتے ہیں۔ چونکہ ایسی زمین میں نمک کی مقدار بہت بڑھ جاتی ہے اس لیے وہاں کے تمام درخت اور فصلیں تباہ ہوجاتی ہیں اور وہاں نئی کاشت بھی نہیں کی جا سکتی۔ کچھ عرصہ گزر جانے پر اگر زیر زمین کی سطح آبی بڑھتی ہی رہے تو زمین کی سفیدی ختم ہوجاتی ہے اور اندر کا نمکین پانی باہر آجاتا ہے۔ کچھ مدّت کے بعد وہ نمکین پانی ڈھلوان کی طرف بہنا شروع ہوجاتا ہے۔ یہ نمکین پانی جس طرف جاتا ہے وہ زمین خراب ہوجاتی ہے

جب یہ عمل شروع ہوجائے تو اُسے "سیم" کہتے ہیں۔ سندھ میں ہزاروں ایکڑ زمین ہر سال سیم اور تھور کی وجہ سے ناقابلِ کاشت ہوجاتی ہے جو کہ ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ حکومت اس کی طرف بڑی توجہ دے رہی ہے۔ بڑی بڑی نالیاں کھود کر یہ نمکین پانی دریاؤں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یا اس قسم کے پودے اور درخت لگائے جاتے ہیں جو نمکین پانی میں لگ سکتے ہیں۔ نہروں کے کنارے زیادہ درخت لگائے جارہے ہیں تاکہ درختوں کی جڑیں زمین دوز ہونے والے پانی کو جذب کرسکیں۔ بڑے بڑے ٹیوب ویل لگاکر بھی زیرِ زمین پانی کی سطح کو نیچا کردیا جاتا ہے۔ اس طرح بیکار زمین ایک بار پھر قابلِ کاشت بنائی جاسکتی ہے۔

غربت

غربت ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ عوام غریب ہیں۔ غربت ملک کی ترقی میں حائل ہے۔ دنیا میں بہت سے ملک غریب ہیں۔ امیر ملک وہ ہیں جنھوں نے صنعتی ترقی کرلی ہے یا ان کے قدرتی وسائل بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے ملک نے ابھی زیادہ صنعتی ترقی نہیں کی۔ ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ جو لوگ امیر ہیں وہ غریبوں کی مدد کریں چناں چہ حکومت فراخدلی سے غریبوں کی مدد کررہی ہے۔ اب غریبوں کی آمدنی اور مزدوری بڑھ رہی ہے، لاکھوں مکانات تعمیر ہورہے ہیں، کسانوں کی مدد کی جارہی ہے۔ لوگوں کو روزگار مہیّا کیا جارہا ہے۔ اس طرح ملک سے غربت کی لعنت دور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بھیک مانگنا

کچھ لوگ بے روزگاری یا بیماری کی وجہ سے یا اپنی غربت کی وجہ سے تنگ آکر بھیک مانگنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی بُری عادت ہے۔ بھیک مانگنے والے اپنے آپ پر بھروسا کرنے کی بجائے دوسروں کی سخاوت پر بھروسا کرتے ہیں اور یوں ان کی کام کرنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے۔ اسلام نے رزقِ حلال کمانے پر زور دیا ہے اور ہر قسم کی بھیک مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ ہر شخص کو اپنی قوتِ بازو، عقل، محنت، ہمت اور لگن سے کام کرکے روزی کمانی چاہیے۔ بھیک مانگنے والا معاشرے پر بوجھ ہوتا ہے ورنہ ہی اس کا معاشرے میں کوئی

مقام ہوتا ہے۔ حکومت تمام رفاہی اداروں، زکوٰۃ اور عُشر کی مدد سے بھیک مانگنے کی لعنت کو ختم کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ایسے مراکز قائم کیے جارہے ہیں، جہاں فقیروں اور بھیک مانگنے والوں کو رکھا جاتا ہے اور انھیں کوئی کام کرنا سکھادیا جاتا ہے تاکہ وہ باعزت طور پر اپنی روزی کماسکیں۔

ناخواندگی

کسی ملک کی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں کے عوام تعلیم یافتہ ہوں۔ اسی لیے تعلیم کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ۱۴ سو برس پہلے تعلیم کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ ایک اور ارشاد ہے کہ "علم سیکھو چاہے وہ چین میں ہو"۔ عرب سے چین کا فاصلہ کافی دور تھا اور اس وقت ریل گاڑی یا ہوائی جہاز نہیں تھے۔ چین پہنچنا بہت مشکل کام تھا۔ اس لیے حدیث سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ چاہے کتنی ہی مصیبت اٹھانی پڑے، دور سے دور جانا پڑے، علم ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ درحقیقت علم ایک نور ہے اور جہالت ایک اندھیرا ہے۔ ایک جاہل کا دماغ ایک اندھیری کوٹھری کی طرح ہے وہ اپنے اچھے بُرے کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیے جہالت ملک کے لیے بڑی لعنت ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں جہاں تعلیم کی سہولتیں موجود نہیں ہیں۔ انگریزوں نے تعلیم کو عام کرنے کی کوشش نہیں کی اس لیے ملک میں اکثر لوگ ناخواندہ ہیں۔ لیکن ہماری حکومت نے نئی تعلیمی پالیسی جاری کی جس کے تحت تعلیم میں بڑی ترقی ہورہی ہے۔ حکومت تعلیم پر کروڑوں روپے خرچ کررہی ہے۔ ہزاروں پرائمری اسکول کھولے جارہے ہیں۔ ہائی اسکول اور کالج قائم کیے جارہے ہیں۔ تعلیم بالغان کا انتظام کیا جارہا ہے حکومت کی کوشش ہے کہ چھ برس میں پرائمری تعلیم عام ہوجائے۔ ان علاقوں کی طرف خاص توجہ دی جارہی ہے جہاں تعلیم کی سہولتیں کم ہیں ان تمام کوششوں سے امید ہے کہ ملک سے جہالت کا جلد خاتمہ ہوجائے گا۔

بیماریاں

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ یہ پرانا اور سچا قول ہے۔ اگر تندرستی نہ ہو تو دنیا کی ہر چیز بیکار

ہے۔ صاف ہوا ، صاف پانی ، سادہ غذا ، تھوڑی ورزش اور پورا آرام ، یہ اصول ہیں جن سے تندرستی اور صحت قائم رہتی ہے۔ بیماریاں معمولی بھی ہوتی ہیں اور جان لیوا بھی۔ بخار ، نزلہ ، زکام ، کھانسی اور پیٹ کی شکایات تو عام ہیں اس کے علاوہ تپ دق ، کینسر اور دوسرے مہلک امراض بھی ہوتے ہیں۔ اس مسئلے کو ہماری حکومت نے اہمیت دی ہے۔ عوام کی صحت کی اسکیم تیار کی گئی ہے جس کے تحت شہروں اور دیہات میں علاج معالجے کے مرکز قائم کیے جا رہے ہیں۔ آٹھ دس ہزار کی آبادی پر ایک صحت کا مرکز قائم کیا جائے گا جہاں دوائیں کافی مقدار میں مہیا ہوں گی۔ ڈاکٹروں کو دیہات میں کام کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ دوائیوں کی قیمت کم کرنے کی اسکیم پر بھی عمل ہو رہا ہے نئے اسپتال تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ زیادہ تعداد میں ڈاکٹر تیار کرنے کے لیے نئے میڈیکل کالج کھولے گئے ہیں۔

بیروزگاری

ہر انسان کی کچھ بنیادی ضرورتیں ہوتی ہیں جیسے غذا اور سر چھپانے کو مکان اور لباس۔ خداوندِ کریم نے ہر انسان کو ایسی صلاحیتیں دی ہیں کہ وہ محنت کرکے اپنی ضروریات حاصل کرسکتا ہے لیکن ہر ایک کی ذہنی قوتیں مختلف ہوتی ہیں اور اس کے ماحول کا اس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً دیہات میں لوگ تعلیم حاصل نہیں کرتے ، ان کا روزگار کھیتی باڑی ہے۔ شہروں میں مزدور اور دستکار ہوتے ہیں اور کافی تعداد میں لوگ تجارت سے بھی روزی کماتے ہیں۔ ان کے علاوہ تعلیم یافتہ لوگ انجنیئر، ڈاکٹر وغیرہ ہوتے ہیں۔ ان سب کو روزگار چاہیے۔ ملک کی حکومت اپنے مالی وسائل کے مطابق لوگوں کو روزگار مہیّا کرتی ہے۔ نجی کارخانوں ، دفاتر اور دوسرے اداروں میں بھی ملازمتیں مل جاتی ہیں۔

ہمارے ملک میں زیادہ تر لوگ بے مقصد تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے سامنے سرکاری ملازمتیں رکھتے ہیں جب وہ نہیں ملتیں تو بیروزگار رہتے ہیں۔ اس طرح آسامیوں کے مقابلے میں امیدواروں کی تعداد لاکھوں زیادہ ہوجاتی ہے۔ بیروزگاری بڑی مصیبت کا باعث ہوتی ہے۔ بیروزگار لوگ ملک اور قوم پر بار بن جاتے ہیں۔ ہماری حکومت نے جہاں اور مسائل حل کیے ہیں وہاں بیروزگاری دور کرنے کی ترکیبیں بھی کی ہیں۔ تعلیم میں اس قسم کی تبدیلیاں کی جا رہی ہیں کہ لوگ

زیادہ سے زیادہ دستکار بنیں اور اپنی روزی خود کمانے کے قابل ہوجائیں۔ اس طرح بیروزگاری کا جلد خاتمہ ہوجائے گا۔

آبادکاری

ایک انسان یا خاندان ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاکر بس جائے تو اس کو آباد کرنے کا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ اس کے لیے بنیادی ضرورتیں مہیا کرنی پڑتی ہیں۔ پاکستان میں ایسے لاکھوں لوگ ہیں جو برسوں سے جھونپڑیوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے شہروں میں غیر انسانی ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں۔ گندے علاقے میں ٹوٹی جھونپڑیاں ہیں۔ بیماریوں کا ماحول ہے ان لوگوں کو بھی بہتر جگہ منتقل کرنا ان کی موجودہ جگہ پر ان کو زندگی کی ضروریات مہیا کرنا بھی آبادکاری میں شامل ہے۔ پاکستان میں تو شروع سے ہی آبادکاری کا مسئلہ بڑا مشکل رہا ہے۔ آبادکاری کے سلسلے میں تعمیر مکانات، پینے کا پانی اور صفائی وغیرہ کے انتظامات بھی بڑی تیزی سے کیے جارہے ہیں۔ سڑکیں، اسپتال، اور اسکول قائم کیے جارہے ہیں تاکہ وہاں کے رہنے والے لوگ صحیح طور پر آباد ہوجائیں۔ آبادکاری کا مسئلہ اتنا زبردست ہے کہ تھوڑی سی مدت میں حل نہیں ہوسکتا حکومت کی کوششوں سے امید ہے کہ رفتہ رفتہ آبادکاری کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہوجائے گا۔

ناقص اور ناکافی خوراک

لوگوں کی صحت اور خوشی کا دار و مدار غذائیت سے بھرپور بے ضرر خوراک پر ہے۔ اگر لوگ صحت مند ہوں تو وہ ملک کی بھلائی اور بہبود کا سبب بنتے ہیں ہمارے ملک میں خوراک کی کمی اور ناقص خوراک کے استعمال کی وجہ سے لوگوں کی تندرستی پر خراب اثر پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ غذا کی کمی یا غذا کی خرابی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ان کو قسم قسم کی بیماریاں ہوجاتی ہیں جو کچھ عرصے بعد جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔ پاکستان میں اوسط عمر کا اندازہ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں بہت کم ہے اور پاکستان میں بچوں کی موت کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ماؤں کو نہ خود اچھی خوراک ملتی ہے اور نہ وہ اپنے بچوں کو اچھی خوراک دے سکتی ہیں۔ جو غذا بچوں

کو دیتی ہیں وہ مناسب نہیں ہوتی۔ چناں چہ بچّے بیمار پڑجاتے ہیں۔ بچّوں کو پوری خوراک نہ ملے تو وہ پوری نشوونما نہیں پاسکتے۔ بچّے اپنی عمر کے اعتبار سے پستہ قد رہ جاتے ہیں یا ان کا وزن کم ہوجاتا ہے۔ یہ بچّے سُست رہتے ہیں اور کھیل کود میں شریک نہیں ہوسکتے اس جسمانی کمزوری کے باعث ان کی ذہنی صلاحیتیں بھی پست ہوجاتی ہیں۔ وہ تعلیم میں بھی ترقی نہیں کرسکتے۔ یہی حال بڑی عمر والوں کا ہے اگر ان کو پوری غذائیت کی خوراک میسّر نہ آئے تو ان کا بھی وزن کم ہوجاتا ہے اور وہ کمزور ہوجاتے ہیں۔

سوالات

۱۔۔۔۔۔ سیم اور تھور سے کیا مراد ہے۔ واضح کریں؟

۲۔۔۔۔۔ ہمارے ملک کو کن مسائل کا سامنا ہے؟

۳۔۔۔۔۔ ناقص اور ناکافی خوراک سے کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

عملی کام

۱۔۔۔۔۔ پاکستان کے نقشے کے خاکے میں اس جگہ رنگ بھریں جہاں سیم و تھور سے نقصان ہوا ہے؟

۲۔۔۔۔۔ کسی قریبی اسپتال میں جاکر مریضوں کی عیادت کریں اور ان کو کچھ پھول اور پھل دے کر آئیں۔

۳۔۔۔۔۔ ان اصولوں کی فہرست بنائیں جن سے تندرستی قائم رہتی ہے۔

چودھواں باب

چند اہم شخصیتیں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی سب سے پہلی بیوی اور حضرت فاطمہؓ کی والدہ تھیں۔ وہ بڑی مالدار خاتون تھیں۔ ان کے والد بہت بڑے تاجر تھے اور اپنا تجارتی مال دور دور ملکوں میں بھیجتے تھے۔ جب حضرت خدیجہؓ کے والد اور ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے تجارت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس زمانے میں اونٹوں کے ذریعے سفر ہوتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کا تجارتی مال اونٹوں پر دُور دُور علاقوں میں جاتا تھا۔ ان کو اپنا کاروبار چلانے کے لیے ایک ایماندار آدمی کی ضرورت تھی۔ اس زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی بڑی شہرت تھی۔ وہ دیانت دار، سچے اور امین مشہور تھے۔ مکّے والے ان کو صادق اور امین کہتے تھے۔ جب حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی شہرت سنی تو آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ان کا مال لے کر دوسرے ملکوں میں جائیں۔ آپؐ نے یہ درخواست منظور کرلی اور حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر دور دور ملکوں میں جانے لگے۔ جب آپؐ سامان فروخت کرکے واپس آتے تو حضرت خدیجہؓ کو بہت منافع ملتا۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کے اخلاق، ایمانداری، سچائی اور نیکی دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں اور انھوں نے درخوست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وَ سلم حضرت خدیجہؓ سے شادی کرلیں۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی اور وہ بیوہ تھیں اور حضورؐ کی عمر مبارک صرف پچیس سال تھی مگر آپؐ نے شادی کا پیغام منظور کرلیا اور شادی کرلی۔ حضرتِ خدیجہؓ آپؐ کی خدمت دردل جوئی

میں دل و جان سے مصروف ہوگئیں۔

جب آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہوئی تو آپؐ عبادت کے لیے مکّے کے قریب ایک غار میں کئی کئی روز ٹھہرتے اور کھانے پینے کی کوئی پروا نہ کرتے۔ اس غار کا نام غارِ حرا ہے۔ آپؐ برابر عبادت میں مصروف رہتے۔ آخر کار ایک روز اللہ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر اسی غار میں آیا اور آپؐ کو قرآن مجید کی آیت پڑھائی۔ جب فرشتہ چلا گیا تو آپؐ کی عجیب حالت ہوگئی۔ تمام بدن کانپنے لگا اور پسینہ بے حد آنے لگا، آپؐ کو بڑی بے چینی تھی۔ آپؐ جب گھر پہنچے تو حضرت خدیجہؓ کو پورا حال سنایا۔ انھوں نے آپؐ کی بات پر فوراً یقین کرلیا اور بڑی تسلی دی اور کہا خدا آپؐ کا مددگار ہے۔ آپؐ کوئی فکر نہ کریں۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد کافروں نے آپؐ کو تکلیفیں دینا شروع کردیں۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کو کافی عرصے تک ایک گھاٹی کے اندر رہنا پڑا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر یہ وقت بڑی سختی اور پریشانی کا تھا۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کے ساتھ رہیں اور آپؐ کی خدمت کرتی رہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے ۶۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت خدیجہؓ نے ۲۵ برس تک رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت کی اور ہر حالت میں ساتھ دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جب دوسرے لوگ میری بات ماننے کو تیار نہ تھے اس وقت خدیجہؓ نے میرے سچے ہونے کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا اور جب میرا کوئی مددگار نہ تھا اس وقت انھوں نے میرا ساتھ دیا۔" اسلام کے لیے یہ ان کی بڑی خدمت تھی۔ دنیائے اسلام میں حضرت خدیجہؓ کی بڑی عزت اور عظمت ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت فاطمہؓ، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ آپؓ ابھی کم سن ہی تھیں کہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی براہِ راست نگرانی میں آپؓ کی پرورش ہوئی۔ جب آپؓ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو حضرت علیؓ کے ساتھ آپؓ کی شادی ہوگئی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹی کو جہیز میں

ایک چارپائی ، ایک چمڑے کا تکیہ ، ایک کھجور کے پتّوں کا بستر، کپڑے دھونے کا ایک برتن ، ایک چمڑے کی مشک ، آٹا پیسنے کی ایک چکّی ، ایک چادر ، ایک لوٹا ، مٹّی کا گھڑا اور دو مٹّی کے پیالے ملے ۔

حضرت فاطمہؓ ، حضرت علیؓ کی بڑی اطاعت اور خدمت کرتی تھیں ۔ اپنے گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں ۔ کھانا پکاتیں ، جھاڑو دیتیں ، چکّی پیستیں اور بچّوں کی تربیت پر بھی خاص طور پر توجہ دیتی تھیں ۔ حضرت علیؓ بھی گھر کے کاموں میں ان کی مدد کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ آپؓ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں ۔ انھوں نے رسول کریم صلّی اللہ علیہٖ و آلہٖ وسلّم سے زندگی گزارنے کے اصول سیکھے تھے ۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہٖ و آلہٖ وسلّم آپؓ سے بہت محبّت کرتے تھے ۔ اپنے مکان کے قریب ہی حضرت فاطمہؓ کو رکھا تھا جب کبھی آپؐ غزوے پر تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملنے جاتے ۔ حضرت فاطمہؓ بھی نبی کریمؐ کی خدمت دل و جان سے کرتی تھیں ۔ ان کو آنحضرت صلّی اللہ علیہٖ و آلہٖ وسلّم سے بے انتہا محبّت تھی ۔ رسولِ کریم صلّی اللہ علیہٖ و آلہٖ وسلّم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت فاطمہؓ کو بے حد صدمہ ہوا ۔ وہ اس غم کو برداشت نہ کرسکیں اور صرف چھ ماہ بعد وہ بھی اس دُنیا سے رخصت ہوگئیں ۔

شوہر کی اطاعت اور محبّت ، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تربیت اور خدا کی عبادت میں حضرت فاطمہؓ اسلامی دنیا کی تمام عورتوں کے لیے ایک نمونہ تھیں ۔ وہ دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں کو خوشی سے برداشت کرتی تھیں ۔ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتی تھیں اور راتوں کو عبادت میں مشغول رہتی تھیں ۔ آپؓ خاتونِ جنّت ہیں اور سب جنّتی عورتوں کی سردار ہیں ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے اور رسولِ کریمؐ کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مدینے میں پیدا ہوئے تھے ۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی

پیدائش کی خبر سن کر بے حد خوش ہوئے اور خود ان کے کان میں اذان دی اور ان کا نام رکھا۔
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے۔
ان دونوں صاحبزادوں سے رسولِ کریمؐ کو بے انتہا محبت تھی۔ ان کی تربیت میں ذاتی دلچسپی لیتے
تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ چھ برس کی عمر تک نبی کریمؐ کی خاص توجہ کا مرکز
بنے رہے۔ اس کے بعد رسول کریمؐ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور ان کے چھ ماہ بعد ہی
حضرت فاطمہؓ بھی وفات پاگئیں۔

ان کے والد بزرگوار حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے مگر
انھوں نے جلد ہی خلافت سے ہاتھ اٹھالیا اور امیر معاویہؓ باقاعدہ خلیفہ ہوگئے۔ امیر معاویہؓ نے
اپنے لڑکے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد بنادیا اور وہ امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد خلیفہ
بن گیا۔ یزید اچھا آدمی نہیں تھا۔ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ وہ خلافت کے قابل نہ تھا۔
اس نے گدی پر بیٹھتے ہی یہ کوشش کی کہ حضرت امام حسینؓ سے بیعت لے لے۔ مگر حضرت
امام حسینؓ نے یہ بات منظور نہیں کی۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں کوفہ صدر مقام
تھا۔ وہاں کے لوگ حضرت امام حسینؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ انھوں نے حضرت امام حسینؓ
سے درخواست کی کہ وہ کوفے تشریف لے آئیں۔ ہم لوگ ان کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ حضرت
امام حسینؓ مع اہل و عیال اور چند ساتھیوں کے مکے سے کوفے کے لیے روانہ ہوگئے۔ حضرت
امام حسینؓ کو لڑائی کا بالکل خیال نہ تھا ورنہ چھوٹے شیر خوار بچوں اور عورتوں کو ہمراہ نہ لے جاتے۔
جب یزید کو معلوم ہوا تو اس نے ایک ظالم شخص کو کوفے کا گورنر بنادیا۔ اس کی سختی سے
کوفے کے لوگ ڈرنے لگے اور حضرت امام حسینؓ سے کیے ہوئے وعدے بھول گئے۔ اس وقت
حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے واپس چلا جائے مگر کسی نے
حضرت امام حسینؓ کا ساتھ نہ چھوڑا اس وقت کل (۷۲) بہتر ساتھی تھے۔ جب یہ قافلہ دریائے فرات کے
کنارے کربلا کے مقام پر پہنچا تو یزید کی فوج نے راستہ روک لیا اور قافلے کا پانی بند
کردیا۔ جس کی وجہ سے بچے، عورتیں، جوان اور بوڑھے سب پیاس سے بلبلا اٹھے۔ یزید
کی فوج کا سالار امام عالی مقامؓ سے زبردستی یزید کی بیعت لینا چاہتا تھا۔ مگر حضرت
امام حسینؓ حق اور سچائی کی راہ سے ذرا بھی ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ آخر کار دسویں محرم کو

یزید کی فوج نے حضرت امام حسینؓ کے قافلے پر زبردست حملہ کردیا۔ تین دن کے بھوکے پیاسے حضرت امام حسینؓ کے سب ساتھی اور عزیز ایک ایک کرکے شہید ہوگئے۔ آخر میں حضرت امام حسینؓ رہ گئے۔ اپنے اہل وعیال سے رخصت لے کر میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور دشمنوں کی صفوں کو چیر کر رکھ دیا۔ مگر دشمنوں نے چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کردی اور امام عالی مقامؓ نڈھال ہوکر گھوڑے سے گر پڑے اور خدا کی بارگاہ میں آخری بار سر جھکا کر سجدے میں گر گئے۔ اسی حالت میں شمر نے تلوار سے آپؓ کا سرِ مبارک جسم سے جدا کردیا۔

ایسی قربانی کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت امام حسینؓ کی اس زبردست قربانی نے اسلام کو بچالیا۔ ان کی شہادت کی یاد ہر سال محرم میں منائی جاتی ہے۔

محمدّ بن قاسم

سندھ کو اسلام کا دروازہ کہتے ہیں کیوں کہ سب سے پہلے جنوبی ایشیا میں اسلام سندھ میں پھیلا۔ آج سے تقریباً ساڑھے بارہ سو سال پہلے یک نوجوان جنرل محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اس کے بعد مسلمان یہاں آباد ہوگئے۔

مسلمانوں کے یہاں آنے سے قبل سندھ میں ایک ہندو راجہ داہر حکومت کرتا تھا۔ عرب کے مسلمان سوداگر تجارت کے لیے دور دور تک جاتے تھے۔ ایک مرتبہ عرب تاجروں کے خاندانوں کے لوگ اپنے مال واسباب کے ساتھ جہاز میں لنکا سے اپنے وطن واپس جارہے تھے۔ جب وہ موجودہ کراچی کے قریب سے گزرے تو یہاں کے ہندو ڈاکوؤں نے جہاز کو لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ یہ خبر سن کر اس وقت بصرے کے گورنر حجاج نے راجہ داہر کو لکھا کہ وہ عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دے اور مال واپس کردے۔ مگر راجہ داہر نے انکار کردیا۔ اس پر مسلمانوں کی ایک فوج نے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پر حملہ کردیا۔ جنرل محمد بن قاسم کی عمر اس وقت ۱۷ برس کی تھی۔ اس نے راجہ داہر کو شکست دی اور سندھ کی بندرگاہ دیبل پر قبضہ کرلیا۔ یہ مقام موجودہ کراچی کے قریب واقع

تھا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم آگے بڑھا اور دریائے سندھ کے کنارے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا۔ راجہ داہر پھر ایک فوج جمع کر کے مقابلے پر آیا مگر مسلمانوں میں جوش تھا اس کے علاوہ ان کے پاس جنگی سامان اچھا تھا۔ وہ لوگ مشینوں کے ذریعہ دشمنوں پر پتھر پھینک سکتے تھے اور ایسے تیر پھینکتے تھے جس کے سرے پر آگ کا گولہ ہوتا تھا وہ تیر جہاں

محمد بن قاسم

گرتے تھے۔ وہاں آگ لگ جاتی تھی۔ راجہ داہر کے پاس ہاتھی بہت تھے مگر وہ لڑائی میں ڈر کے بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی فوج کو بری طرح شکست دی۔ راجہ داہر مارا گیا پورے سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ محمد بن قاسم کی فوجیں ملتان تک پہنچ گئیں۔ محمد بن قاسم یہاں کچھ عرصے تک رہا۔ اس کے بعد اس کو واپس بلا لیا گیا۔

محمد بن قاسم نے فتح کیے ہوئے علاقوں کا انتظام بڑی خوبی سے کیا اس نے دوسری انتظامی باتوں کے علاوہ ڈاک کا انتظام بھی کیا تھا۔ یہاں کے لوگوں کے ساتھ اس نے بہت اچھ برتاؤ کیا۔ ن کو پوری مذہبی آزادی دی تھی۔ وہ لوگ محمد بن قاسم سے محبت کرنے لگے جب اس کو واپس بلالیا گیا تو یہاں کے لوگوں کو بہت افسوس ہوا۔

محمود غزنوی

افغنستان میں ایک علاقہ غزنوی کہلاتا ہے۔ آج سے نو سو برس پہلے یہاں سبکتگین

محمود غزنوی

نی ایک بادشاہ تھا۔ اس زمانے میں پنجاب میں راجہ جے پال حکومت کرتا تھا۔ راجہ جے پال سبکتگین کی حکومت ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے سبکتگین نے پنجاب پر حملہ کرکے رجہ جے پال کو شکست دی۔ راجہ نے صلح کرلی اور ایک بڑی رقم سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔ مگر سبکتگین کے انتقال کے بعد وہ اپنے وعدے سے پھر گیا۔ سبکتگین کے بیٹے محمود غزنوی نے راجہ جے پال کو سزا دینے کے لیے پنجاب پر حملہ کیا اور راجہ جے پال کو شکست دی۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملوں کا سلسلہ شروع کردیا۔ اس نے ہندوستان پر ۱۷ حملے کیے اور ہر مرتبہ کامیاب ہوا۔ اس نے پشاور اور پنجاب کو اپنی سلطنت میں ملالیا اور ہندو راجاؤں کو شکست دے کر کانگڑہ، متھرا اور قنوج وغیرہ فتح کرلیے۔ سب سے آخر میں بڑا لمبا سفر کرکے کاٹھیاواڑ پہنچا۔ ہندوؤں نے ایک زبردست فوج کے ساتھ سومنات کے مقام پر مسلمانوں کی فوج سے مقابلہ کیا۔ سومنات میں ہندوؤں کا ایک مشہور مندر تھا۔ ہندوؤں کو پورا بھروسا تھا کہ ان کے دیوتا ان کی مدد کریں گے۔ ہندو تعداد میں بہت زیادہ تھے مگر محمود غزنوی بڑا بہادر جنرل تھا اور اس کی فوج میں اسلامی جوش تھا۔ لڑائی میں سلطان کی فتح ہوئی۔ یہ محمود غزنوی کا آخری بڑ حملہ تھ وہ غزنی واپس چلاگیا اور وہاں اس کا انتقال ہوگیا۔ محمود غزنوی نے اپنے ملک میں تعلیم، ادب اور فن کی سرپرستی کی۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے شاعر، حکیم اور عالم جمع کیے جن میں مشہور تاریخ داں البیرونی اور مشہور شاعر فردوسی شامل تھے۔ البیرونی نے ہندوستان کی تاریخ لکھی اور فردوسی نے ایک بہت مشہور نظم لکھی تھی۔ سلطان محمود نے اپنے ملک میں رعایا کی بھلائی کے کام بھی کیے۔ مسجدیں بنوائیں۔ نہریں کھدوائیں اور اسکول کھولے۔ اس کا شمار مشہور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد کا نام شاہ عبدالرحیمؒ تھ۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد سے حاصل کی اور پھر عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد کے مدرسے میں پوری کی۔ سترہ سال کی عمر میں وہ خود مدرسے میں مدرس کی حیثیت سے کام کرنے

لگے۔ اس کے بعد حج کے لیے چلے گئے اور دو سال مدینہ منورہ میں رہے۔ اس زمانے میں بھی علم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد ہندوستان واپس آ گئے۔

شاہ صاحب صرف ایک بڑے عالم ہی نہیں تھے بلکہ وہ سیاست کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ دہلی میں مغل بادشاہوں کی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تھا اور مسلمانوں کو تباہی اور بربادی کا سامنا تھا۔ ہندو پورے جنوبی ایشیا پر اپنی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ مغل سلطنت کے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ مرہٹے لوگ بڑے طاقت ور ہو گئے تھے۔ انھوں نے ملک کے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا اور دہلی تک پہنچ گئے تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کی تباہی لازمی تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے ان حالات کو دیکھا تو مسلمانوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کیا اور ان کو آپس میں اتحاد قائم رکھنے کا مشورہ دیا۔ مگر مسلمان اس وقت اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ وہ ہندوؤں اور مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت افغانستان میں احمد شاہ ابدالی حکومت کرتا تھا۔ شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو خط بھیجا اور اس سے کہا کہ فوج لے کر ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کو آئے اگر اس نے اس وقت مدد نہیں کی تو ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چناں چہ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور پانی پت کے میدان میں ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں اور مرہٹوں کو زبردست شکست ہوئی اور ان کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

شاہ صاحب نے بڑے نازک وقت میں مسلمانوں کی رہبری کی اور آنے والے خطروں سے آگاہ کیا۔ وہ سچے، نیک اور مخلص مسلمان تھے۔ ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیم اور طریقِ زندگی سے بہت قریب لانے کی کوشش کی۔ انھوں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔

سرسیّد احمد خان

سرسید احمد خان دہلی میں ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والدین نے ان کو نہایت اچھی تعلیم دی۔ جوان ہونے پر وہ بحیثیت جج کے سرکاری ملازم ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی

میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم کیے جس سے سرسید احمد خان کو بے حد رنج ہوا ان میں قوم کی خدمت کا بڑا جذبہ تھا وہ بڑے دور اندیش، سمجھدار اور مخلص انسان تھے۔ اس لیے مسلمانوں کی بہتری کے لیے سوچنے لگے۔

سرسید احمد خان

انھوں نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کا رویہ بدل جائے اور مسلمانوں کو بھی ملک کی حکومت میں حصہ ملے۔ وہ انگلستان بھی گئے واپسی پر انھوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ ملازمتوں اور تجارت وغیرہ میں دوسرے لوگوں کا مقابلہ کرسکیں۔ ان کو یقین ہوگیا تھا کہ اگر مسلمانوں نے

انگریزی تعلیم حاصل نہ کی تو وہ ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائیں گے اس مقصد کے لیے انھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا۔

وہ پہلے مسلم لیڈر تھے جنھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ہندو انگریزوں سے مل کر پورے ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو ہمیشہ محکوم بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ سرسید احمد نے کہا کہ مسلمان اور ہندو علیحدہ علیحدہ دو قومیں ہیں اور یہ نظریہ ہی کچھ عرصے بعد پاکستان کے قائم ہونے کی بنیاد بنا۔ وہ زندگی بھر مسلمانوں کی آزادی اور بہتری کے لیے کوشش کرتے رہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوگئی اور مسلمانوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ علیحدہ قوم ہیں ان کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو منظم کرنا چاہیے۔ سید صاحب کی کوشش سے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا۔ مسلمانوں میں اپنے حقوق کی حفاظت اور علیحدہ قومیت کا نیا جذبہ پیدا ہوا اور مسلمان قوم کو انھوں نے ایسے راستے پر ڈالا جو آگے چل کر قوم کو پاکستان کی طرف لے گیا۔ مسلمان قوم پر سید صاحب کا یہ بڑا احسان ہے۔

سیّد جمال الدّین افغانی
رحمۃ اللہ علیہ

سیّد جمال الدین افغانی، افغانستان میں جلال آباد کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ افغانستان کے سیّد خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام سیّد صفدر تھا جو افغانستان میں اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ سیّد صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے زمانے کے بڑے بڑے عالموں سے علم حاصل کیا۔ جب سیّد صاحب کی عمر اٹھارہ برس کی تھی ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ والد کے انتقال کے بعد افغانستان سے حج کے لیے روانہ ہوگئے۔ کچھ دنوں ہندوستان میں بھی قیام کیا۔ جب وہ حج کرکے واپس آئے تو افغانستان کے بادشاہ دوست محمد نے ان کو اپنے درباریوں میں شامل کرلیا۔ لیکن سیّد صاحب کو درباری زندگی پسند نہ تھی۔ اس لیے انھوں نے افغانستان چھوڑ دیا اور ہندوستان ہوتے ہوئے مصر چلے گئے۔ مصر میں عالموں نے ان کی بڑی عزت کی اور بہت سے لوگ ان کے شاگرد ہوگئے لیکن وہاں کی حکومت

نے ان کو مصر میں ٹھہرنے نہیں دیا۔ سید صاحب اسلامی اتحاد کے بڑے حامی تھے۔ وہ تمام
دنیا کے مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ
تمام مسلمان ایک ہوجائیں اور ملک و قوم کا فرق اٹھادیں۔ مصر سے نکلنے کے بعد سید صاحب
ترکی کے دارالحکومت قسطنطنیہ پہنچے۔ وہاں سید صاحب کا بڑے جوش سے استقبال کیا گیا۔
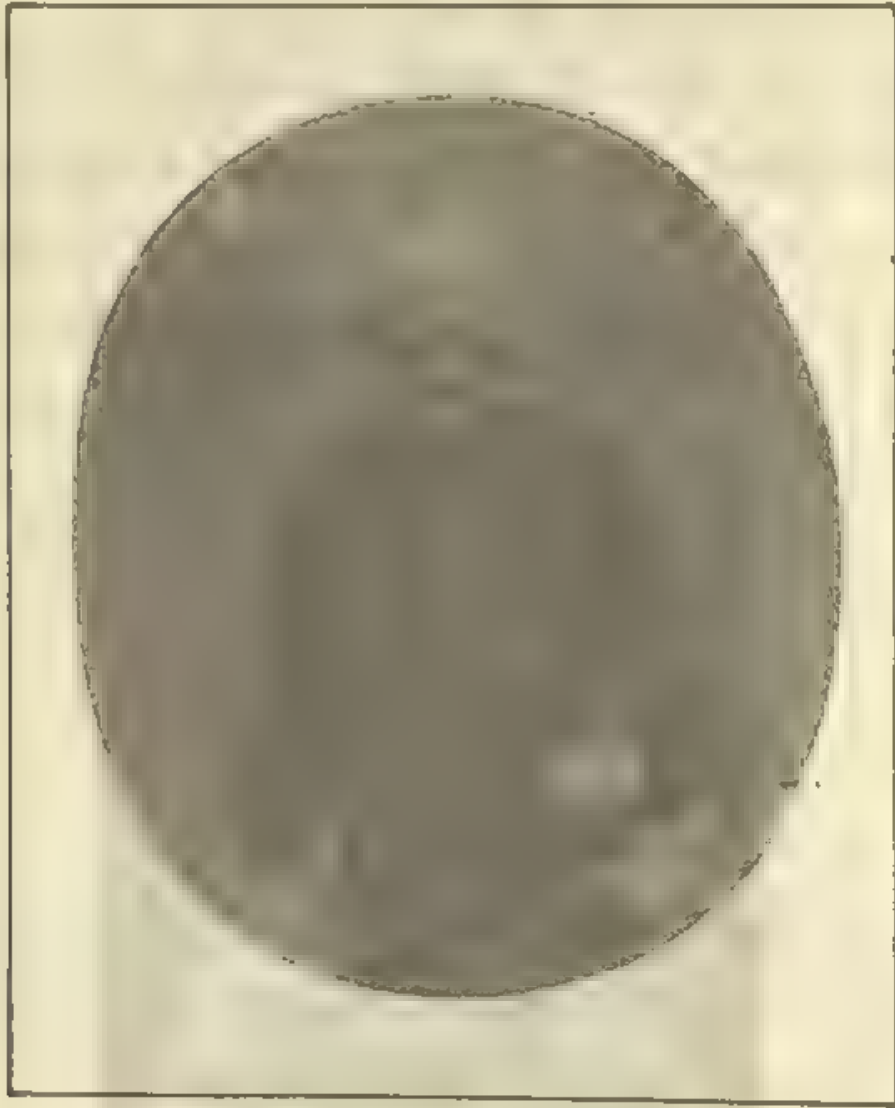
سید جمال الدین افغانی

وہاں بھی وہ برابر مسلمانوں میں اتحاد کے لیے کوشش کرتے رہے۔ ان کی شہرت اب ہر
ملک میں پھیل گئی۔ انھوں نے اپنی تقریر اور تحریر سے مسلمانوں میں صحیح اسلامی روح پھونک
دی۔ آخرکار تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال کرگئے۔ ان کو ترکی کے شہر استنبول میں دفن
کردیا گیا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں افغانستان کے بادشاہ نے ترکی سے ان کی لاش منگواکر کابل میں

دفن کردیا اور ایک شاندار مقبرہ بنوایا۔ اسلام کی جو خدمات سید صاحب نے کی ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبیداللہ سندھی سیالکوٹ کے رہنے والے تھے وہ ایک سکھ خاندن کے فرد تھے۔ قیام پاکستان سے قبل پنجاب کے کثر علاقوں میں سکھ اور مسلمان ساتھ رہتے تھے۔
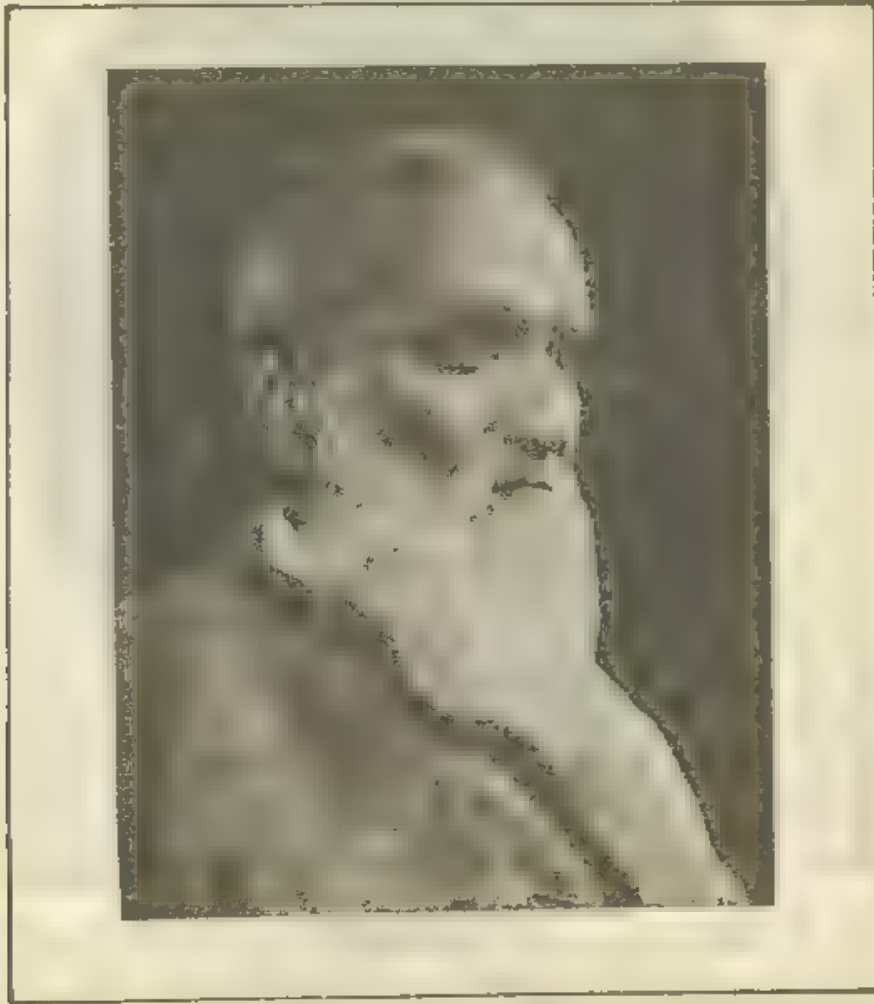
مولانا عبیداللہ سندھیؒ

جب عبیداللہ سندھی تبدائی تعلیم حاسل کررہے تھے س وقت ان کو اسلام سے لگاؤ ہوگیا۔ انھوں نے اسدم پر کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا خصوصاً ایک بزرگ شاہ سمٰعیل شہیدؒ

کی کتب کا ان پر بڑا اثر ہوا اور اسلام کی خوبیاں ان پر روشن ہوگئیں۔ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اس کے بعد ان کی روحانی تعلیم اور پرورش سندھ کے ایک بزرگ، پیر حافظ محمد صدیقؒ صاحب کے ہاتھوں ہوئی۔ چوں کہ مولانا عبیداللہ سندھی کی زندگی کا بڑا حصہ سرزمینِ سندھ میں گزرا اس لیے وہ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ سندھی لکھتے تھے۔

انھوں نے کئی بزرگوں سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد اس وقت کے مشہور مذہبی تعلیم کے مرکز دیوبند چلے گئے اور وہاں تعلیم مکمل کی۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے دل میں اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی آزادی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔ وہ افغانستان چلے گئے اور وہاں انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں وہ مختلف ملکوں میں گئے جن میں روس، ترکی اور حجاز مقدس شامل ہیں۔ ان کو بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں مگر انھوں نے کبھی ہمّت نہیں ہاری۔ آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں وہ کچھ خاص اشارے اور نشان استعمال کرتے تھے۔ جس میں ریشمی رومال خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ان کی تحریک "ریشمی رومال" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ بڑے طویل عرصے کی جلاوطنی کے بعد مولانا وطن واپس آئے اور آخر عمر تک اسلام کی خدمت اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔

احمد شاہ ابدالیؒ

احمد شاہ ابدالی ایران کے بادشاہ نادر شاہ کا فوجی افسر تھا۔ وہ ایک افغان سردار تھا۔ جب نادر شاہ قتل کردیا گیا تو احمد شاہ ابدالی قندھار میں خود مختار بادشاہ ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے کابل پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح اس نے سلطنت افغانستان کی بنیاد ڈالی۔

اس زمانے میں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا زوال ہورہا تھا۔ مرہٹے لوگ جو مسلمانوں کے دشمن تھے ہندوستان کے بڑے علاقے پر قبضہ کرچکے تھے۔ دہلی کے مغل بادشاہ کو بھی انھوں نے کمزور کردیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ ایک بزرگ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو مسلمانوں کی تباہی کا بڑا رنج تھا۔ انھوں نے احمد شاہ ابدالی سے درخواست کی کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کرے اور اپنی فوج سے مرہٹوں کی طاقت کا خاتمہ کردے۔

چناں چہ احمد شاہ ابدالی اپنی فوج لے کر حملہ آور ہوا مرہٹوں نے بڑی تیاری کی اور ایک زبردست فوج لے کر پانی پت کے میدان میں جمع ہوگئے۔ یہ میدان دہلی کے قریب ہے۔ احمد شاہ ابدالی کی فوجوں نے مرہٹوں کو بری طرح شکست دی۔ ان کے بہت سے سردار مارے گئے اور فوج کا صفایا ہوگیا۔ احمد شاہ ابدالی کی یہ فتح اس لیے اہم ہے کہ اس نے مرہٹوں کی طاقت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کردیا اور جنوبی ایشیا میں ہندو اور مرہٹہ راج قائم ہونے کے منصوبے ختم ہوگئے۔ اس فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی اپنے ملک افغانستان واپس چلا گیا۔

ڈاکٹر محمّد اقبالؒ

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے پاکستان کا تصوّر ڈاکٹر محمّد اقبالؒ نے پیش کیا۔ وہ ایک بڑے فلسفی، شاعر، قوم کے رہبر اور سچے مسلمان تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، وہاں مسلمانوں کی حکومت علیحدہ قائم ہونی چاہیے۔ خدا نے اُن کی یہ آرزو پوری کی لیکن وہ اس کو اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے۔

علامہ اقبالؒ سیالکوٹ میں ۹، نومبر ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے پاس کیا۔ اس کالج میں کچھ دن وہ خود بھی پروفیسر رہے۔ اس کے بعد وہ جرمنی اور انگلینڈ چلے گئے۔ جہاں انھوں نے ڈاکٹر آف فلاسفی اور بیرسٹری کی ڈگریاں حاصل کیں۔ واپسی پر لاہور میں بطور بیرسٹر کام کرنے لگے اور جلد ہی ملک میں ان کی شہرت ہوگئی۔

علامہ اقبالؒ کی خاص شہرت ان کی شاعری کی وجہ سے ہوئی۔ انھوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ ان کی شاعری سے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔ آپ مسلمانوں کی آزادی کے لیے ہر وقت کوشش کرتے رہے۔ ۱۹۳۰ء میں وہ مسلم لیگ کے اجلاس کے صدر چنے گئے۔ انھوں نے اپنے خطبے میں صاف طور پر یہ بات کہی کہ مسلمان اور ہندو دو قومیں ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

اس لیے جنوبی ایشیا کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے ملا کر ایک علیحدہ آزاد مسلم حکومت قائم کی جائے ۔ انھوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو انگلستان خط لکھے اور درخوست کی کہ وہ جنوبی ایشیا واپس آئیں اور مسلمانوں کی رہبری کریں ۔ چناں چہ قائد اعظم واپس آگئے اور مسلم لیگ کے صدر ہوگئے ۔ جب تک ڈاکٹر اقبالؒ

علامہ اقبال

زندہ رہے ۔ وہ برابر قائد اعظمؒ کو خطوط لکھتے رہے ۔ ۱۹۳۸ء میں ان کا انتقال ہوگیا ۔ مگر انھوں نے مسلمانوں کو جو راستہ دکھایا تھا اس پر چل کر آخر ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرلیا ۔ ان کا مزار لاہور میں شاہی مسجد کے قریب ہے ۔ ہر سال اپریل میں ان کی برسی بڑی عقیدت سے منائی جاتی ہے ۔

قائدِ اعظم محمّد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کے کچھ حالات آپ چوتھی جماعت میں پڑھ چکے ہیں۔ بیرسٹری پاس کرکے انگلستان سے واپسی پر قائدِ اعظم نے بمبئی میں وکالت شروع کردی تھی اور اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوگئے تھے۔ ان کے دل میں قوم کا درد تھا۔ انھوں نے شروع میں یہ کوشش کی کہ ہندو مسلم اختلافات ختم ہوجائیں مگر ہندوؤں کے غیر مناسب رویے سے انھیں بڑا دکھ ہوا۔ کچھ عرصے بعد وہ انگلستان واپس چلے گئے۔ اس درمیان میں ہندو مسلم اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ اس وقت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں کوئی مخلص سیاسی لیڈر موجود نہیں تھا۔ اس لیے علامہ اقبالؒ اور مولانا محمّد علیؒ نے قائدِ اعظمؒ کو مجبور کیا کہ وہ انگلستان سے جنوبی ایشیا واپس آجائیں۔ قائدِ اعظمؒ واپس آگئے اور مسلم لیگ کے صدر چُن لیے گئے۔

قائدِ اعظمؒ نے مسلمانوں کی راہبری اور قیادت ایسے وقت میں کی جب مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ ان میں نہ اتحاد تھا نہ تنظیم، ہندو لیڈر مسلمانوں کی علیحدہ حیثیت ماننے کو تیار نہ تھے اور انگریزوں کا جھکاؤ زیادہ تر ہندوؤں کی طرف تھا۔ قائدِ اعظمؒ نے بڑی محنت، کوشش اور خلوص سے مسلمانوں کو متحد کیا اور ان میں آزادی حاصل کرنے کے لیے نئی روح پھونکی۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے قائدِ اعظمؒ کی بڑی مخالفت کی مگر انھوں نے ہمّت نہیں ہاری۔ قائدِ اعظمؒ کہتے تھے مایوسی اور ناکامی کے الفاظ میں نے سیکھے ہی نہیں۔ ان کی دیانت داری، خلوص، ہمّت اور جذبۂ خدمت کی وجہ سے ملک کے تمام مسلمان ان کے ساتھ ہوگئے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ ہر معاملے میں سخت ناانصافی سے کام لیا اور وہ انگریزوں سے مل کر پورے جنوبی ایشیا پر ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان حالات کو دیکھ کر مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ ہندوؤں کے ساتھ رہ کر مسلمانوں کو آزادی حاصل نہیں ہوگی۔ چناں چہ مسلم لیگ کا ایک اہم اجلاس لاہور میں ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ اس کی صدارت قائدِ اعظمؒ نے کی۔ اس جلسے میں یہ

مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانوں کی ایک علیحدہ آزاد مملکت جنوبی ایشیا کے ان علاقوں کو ملاکر قائم کی جائے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس مطالبے کو قرار دادِ پاکستان کہا جاتا ہے۔ اس قرارداد کے بعد پاکستان کے حصول کے لیے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے قائد اعظمؒ کی رہبری میں مسلسل سات برس تک جدوجہد جاری رکھی۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کی سخت مخالفت
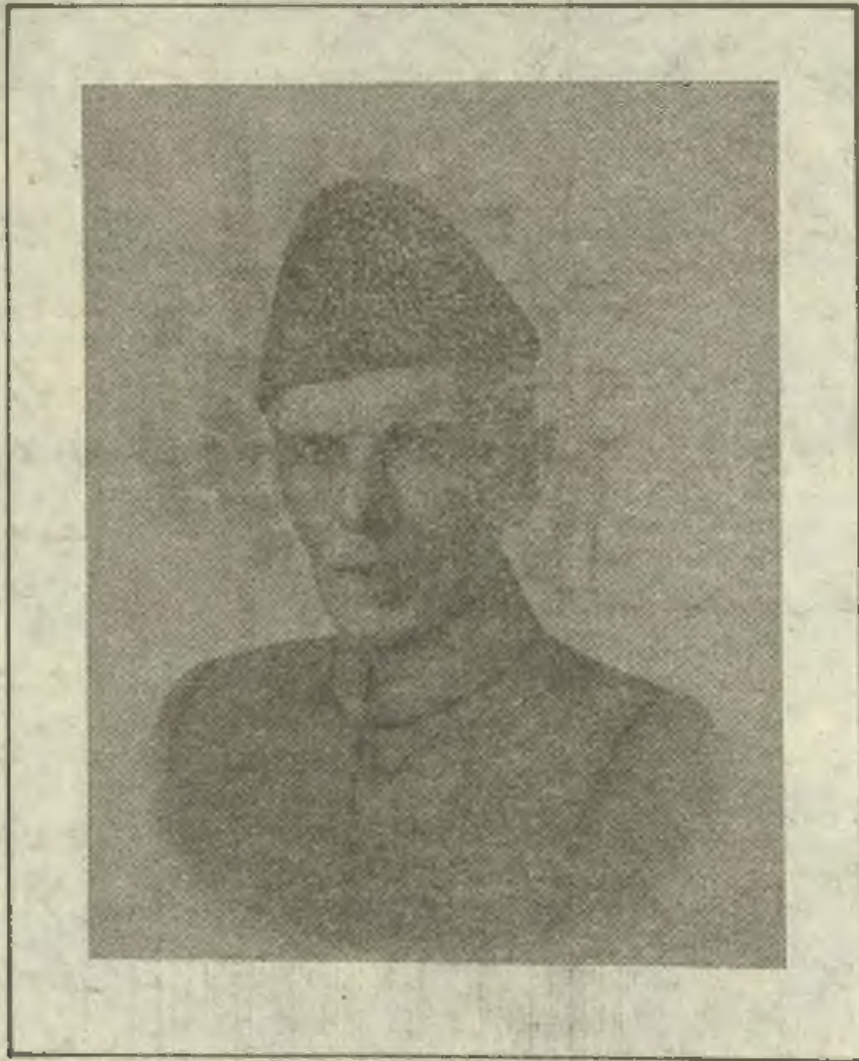
قائد اعظم محمد علی جناحؒ

کی اور جنوبی ایشیا میں بڑے پیمانے پر فسادات کرکے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔ مگر قائد اعظمؒ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان بننے سے نہیں روک سکتی اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوا اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ قائد اعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے اور لیاقت علی خانؒ

پہلے وزیر اعظم ہوئے۔

شروع شروع میں قائدِ اعظمؒ اور پاکستان کے لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت کراچی، پاکستان کا صدر مقام بنایا گیا تھا۔ یہاں نہ دفتروں کی عمارات تھیں اور نہ سرکاری کام چلانے کے لیے ضروری سامان تھا اور نہ ہی خزانے میں روپیہ تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتل ہوا اور فسادات و غارت گری کی وجہ سے لاکھوں مہاجرین ہندوستان سے پاکستان آئے۔ قائدِ اعظمؒ کو ان تمام باتوں کا بڑا رنج ہوا لیکن انھوں نے قوم کی ہمّت بڑھائی اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے قوم کو تیار کیا۔ انھوں نے دن رات کام کرکے بڑی محنت سے پاکستان کی بنیادیں مضبوط کیں۔ انھوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ پاکستان کو خدا نے ہر چیز دے رکھی ہے۔ قدرت کی فیاضی نے اس ملک کو ہر دولت سے مالا مال کررکھا ہے۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ محنت، خلوص اور دیانت داری سے کام کرکے پاکستان کا وقار بڑھائیں۔ پاکستان آزاد قوم ہے۔ انھیں آزاد قوم کی طرح ملک کی تعمیر میں حصّہ لینا چاہیے۔

قائدِ اعظمؒ نوجوانوں اور طلباء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ انھوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ پاکستان کو اپنے جوانوں اور خصوصاً طلباء پر فخر ہے۔ جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ سب سے آگے رہے ہیں۔ وہ طلباء کو ہدایت فرماتے تھے کہ ان کو سب سے پہلے اپنی تعلیم پر توجہ دینی چاہیے اور اسے اچھّی طرح مکمل کرنا چاہیے۔

قائدِ اعظمؒ کی صحت لگاتار کام کرنے کی وجہ سے خراب ہونے لگی لیکن انھوں نے ڈاکٹروں کے مشوروں کے باوجود کوئی پروا نہیں کی اور وہ قوم کی بھلائی کے لیے دن رات کام کرتے رہے۔ آخر کار مجبور ہوکر وہ کوئٹہ گئے مگر ان کی حالت بہتر نہ ہوئی۔ جیسے ہی ان کو کراچی واپس لایا گیا وہ اس دنیا سے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو رخصت ہوگئے اور پوری قوم کو سوگوار چھوڑ گئے۔

اب وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ لیکن پوری قوم ان کی ہمیشہ احسان مند رہے گی۔ ان کی کوششوں سے ایک آزاد اسلامی مملکت وجود میں آئی اس کو قائم رکھنا اور اس کی سلامتی اور ترقی کے لیے کوشش کرنا ہم سب کا پہلا فرض ہے۔

سوالات

۱۔۔۔۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی کا حال بیان کیجیے۔

۲۔۔۔۔ محمد بن قاسمؒ پر دس جملے لکھیے۔

۳۔۔۔۔ سرسید احمد خانؒ نے مسلمانوں کی تعلیم کا کیا انتظام کیا؟

۴۔۔۔۔ علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے کیا مطالبہ کیا؟

۵۔۔۔۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کا حال بیان کیجیے۔

عملی کام

۱۔۔۔۔ سرسید احمد خانؒ۔ ڈاکٹر محمد اقبالؒ اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی تصویریں جمع کریں اور کاپی پر چپکا کر ہر ایک کے متعلق پانچ پانچ جملے لکھیں۔

۲۔۔۔۔ مندرجہ ذیل جملوں کو پورا کیجیے۔

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شہادت ۔۔۔۔۔ ماہ ۔۔۔۔ تاریخ ۔۔۔۔ کو ہوئی۔

۲۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر ۔۔۔۔۔ حملے کیے۔

۳۔ سرسید احمد خانؒ نے ایک کالج ۔۔۔۔۔ میں قائم کیا۔

ختم شد

تیار کردہ : سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ حیدرآباد
منظور کردہ : محکمۂ تعلیم بطور واحد نصابی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ
قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ۔

قومی ترانہ

پاک سرزمین ! شاد باد ! کشورِ حسین ! شاد باد !
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین ! شاد باد !
پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اُخوتِ عوام
قوم ، مُلک ، سلطنت پائندہ ، تابندہ باد !
شاد باد منزلِ مُراد
پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

پبلشرز کوڈ نمبر : ایس ، ٹی ، بی ، ۱۷۰ سلسلہ وار نمبر 1014

تاریخ اشاعت	ایڈیشن نمبر	تعداد	قیمت
اپریل ۱۹۸۶ء	دوم	۱۰،۰۰۰	۷،۷۵ روپے